ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

2 فروری ۲۰۱۵ء — ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ﷺ کی شان ہے کیا شان رسولِ ﷺ عربی
آپ ﷺ پر جان ہے قربان، رسولِ ﷺ عربی

کس نے یہ مرتبہ پایا، یہ ہوا کس کو عروج
ہوئے اللہ کے مہمان، رسولِ ﷺ عربی

آپ ﷺ ہیں دِل کے ہر ایک درد کا درماں، آقا
آپ ﷺ ہر زخم کا مرہم ہیں رسولِ ﷺ عربی

یُوں بظاہر تو بہت دور نظر آتا ہوں
فاصلے دِل سے بڑے کم ہیں رسولِ ﷺ عربی

(نواب مرزا داغ دہلوی)

- حالات کی تبدیلی، حکمت اور دانش مندی کی ضرورت
- اکیسویں ترمیم اور دہشت گردی!
- روشن خیالی اور اسلام
- مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم
- صحابیت سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہ
- حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے

سکول و کالجز و دینی مدارس کے طلباء و طالبات نیز تمام حضرات و خواتین کیلئے

فہم ختم نبوۃ

خط کتابت کورس

0306-5258871 اسگھر PRESS

گھر بیٹھے لٹریچر حاصل کریں۔ نام، ولدیت، موبائل نمبر، ایڈریس ان نمبروں پر سینڈ کر دیں۔
کورس کے اختتام پہ خوبصورت سند حاصل کریں۔

0300-4716780, 0300-5780390

تحریکات تحفظ ختم نبوت کی سرگرمیوں اور فتنہ قادیانیت کی تازہ سازشوں سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے

ماہنامہ **احرار نیوز** لاہور

بیاد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

سرپرست پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری

مرتب ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قادیانیت کے خلاف معلومات اور لٹریچر کے حصول کیلئے رابطہ کریں

لٹریچر کی اشاعت میں معاونت فرما کر روزِ قیامت شافع محشر ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔

رابطہ: **تنویر الحسن احرار** مرکز ختم نبوت جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ تلہ گنگ

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جلد 26 شمارہ 2 ربیع الثانی 1436ھ — فروری 2015ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات:	حالات کی تبدیلی، حکمت اور دانشمندی کی ضرورت	مدیر	2
شذرات:	اکیسویں ترمیم اور دہشت گردی!	عبداللطیف خالد چیمہ	4
	توہین آمیز خاکے اور مسلم اُمّہ!		
افکار:	روشن خیالی اور اسلام	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	6
//	قادیانی لابی نیشنل ایکشن پلان متنازعہ بنانے کے لیے سرگرم	سیف اللہ خالد	8
نکاہات:	جگرِ لخت لخت او غیرہ وغیرہ	عبداللہ طارق سہیل	10
دین و دانش:	میں ابودُجانہ ہوں......!	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	17
//	مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم (قسط اوّل)	مفتی محمد شفیع عثمانی اُموی رحمۃ اللہ علیہ	19
//	صحابیت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ (قسط اوّل)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	25
آپ بیتی:	''ورق ورق زندگی'' قسط:۴۴	پروفیسر خالد شبیر احمد	39
یادِ رفتگاں:	مفکرِ عظیم، محقق عصر، مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد نافع	مولانا مختار عمر ابن مولانا نافع	48
//	ایک مخلص احرار کارکن...... محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ	عبدالکریم قمر	52
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	مفتی نجم الحق / مولوی اخلاق احمد	54
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	57

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین

محمد نعمان سنجرانی

nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک ———— 200/- روپے

بیرونِ ملک ———— 4000/- روپے

فی شمارہ ———— 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ: 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　مدیر

حالات کی تبدیلی، حکمت اور دانش مندی کی ضرورت

سانحۂ پشاور کے بعد جس برق رفتاری کے ساتھ حالات تبدیل ہوئے وہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھے۔ ایک وفاقی وزیر نے درست ہی کہا تھا کہ: ''سانحہ پشاور، پاکستان کا نائن الیون ہے'' امریکہ نے اپنے نائن الیون کے بعد جو اقدامات کیے اور جو پالیساں بنائیں، اُن کے ذریعے کیا کامیابیاں حاصل کیں اور کیا نقصانات اٹھائے، امریکی پالیسی ساز ان پر غور وفکر کرتے رہتے ہیں اور نئی پالیسیاں تشکیل دیتے رہتے ہیں۔ لیکن پاکستان کے ''نائن الیون'' کے بعد جو پالیسیاں ہمارے حکمرانوں نے وضع کی ہیں اُن کے نتائج وثمرات کو پیش نظر رکھنا ملکی مفاد کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

دہشت گردی ہر شکل اور ہر سطح پر قابل مذمت ہے۔ اس کی روک تھام اور خاتمے کے لیے اُن اسباب کا بھی تعین ہونا چاہیے جن کے نتیجے میں آج ہم مشکل ترین حالات سے گزر رہے ہیں۔ ۸۰ کی دہائی میں ریگن اور مارگریٹ تھیچر افغان جہاد کے نعرے لگا رہے تھے۔ پاکستانی ریاست، افغان جہاد میں شریک ہوگئی۔ سیکولر انتہا پسندوں نے اُس وقت اس اقدام کی مخالفت کی اور دینی طبقہ نے ریاست کی اطاعت وفرماں برداری کی۔ ۹۰ کی دہائی میں بُش نے جہاد کو دہشت گردی قرار دے دیا اور پھر امریکہ کے حاشیہ بردار یورپی ممالک نے بھی یہی راگ الاپنا شروع کر دیا۔

مولانا فضل الرحمٰن کے بقول عالمی استعمار ''ہمارے گلے میں کلاشنکوف لٹکا کر بھاگ گیا'' تب سے اب تک مذہبی طبقہ ہی نشانے پر ہے۔ دہشت گردی کے سارے ڈانڈے مذہب اور مذہبی طبقات سے ملا دیے گئے اور تمام الزامات کا مورد مدارس ومساجد اور ان میں بیٹھے ہوئے درویشوں کو قرار دے دیا گیا۔ اگرچہ وزیر داخلہ چودھری نثار نے کہا کہ: ''نوے فیصد مدارس دہشت گردی میں ملوث نہیں'' اور وفاقی وزیر احسن اقبال نے مزید کرم فرمایا کہ تعداد نوے سے ننانوے کر دی۔ مگر سیکولر فاشسٹوں کی ساری توپوں کا رخ ہنوز مدارس کی طرف ہی ہے۔ اس لیے کہ پینٹا گون اور رینڈ کارپوریشن کے تھنک ٹینکس کی رپورٹس کا ٹارگٹ دینی مدارس ہی ہیں۔ ان کا اگلا ہدف دینی قوتوں اور پاک فوج کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر کے وطن عزیز کو ایک نئے بحران سے دوچار کرنا ہے۔ یقیناً دینی قوتیں اس صورت حال کو کسی صورت قبول نہیں کرسکتیں۔

دینی مدارس کے تمام بورڈز کے سربراہوں نے وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری کی قیادت میں وزیر داخلہ سے ملاقات میں مدارس کے حوالے سے حکومتی اقدامات پر اپنے تحفظات کا کھل کر اظہار کیا۔ مولانا جالندھری کے بقول اس اجلاس میں پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور دیگر سیاسی جماعتوں کے نمائندے بھی موجود تھے۔ ہم نے تمام الزامات کا جواب دیا، خدشات کو دور کیا اور سب کو مطمئن کیا۔ اب حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ بلا جواز دینی مدارس کو

ہراساں اور خوفزدہ نہ کریں۔ چھاپہ مار کارروائیاں بند کرے۔ کوئی مدرسہ دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتا۔ کوئی کالج اور یونیورسٹی بھی دہشت گردی کی تعلیم نہیں دے رہی۔ کسی فرد کے ذاتی جرم کو اداروں اور نصاب سے جوڑنا عقل مندی نہیں، لاعلمی اور جہالت ہے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت نے نفرت انگیز مواد پر مشتمل کتب و رسائل کی اشاعت پر بھی پابندی لگائی ہے۔ علماء بورڈ کی مشاورت سے ایسی کتابوں، رسائل اور تقاریر کی سی ڈیز کی فہرست بھی تیار کر لی گئی ہے۔ یہ ایک مستحسن اقدام ہے لیکن ایسے مواد کی نشاندہی اور ضبطی کے لیے پڑھے لکھے اور مسلکی تعصب سے پاک اہل کاروں کو متعین کیا جائے۔ اردو بازار لاہور کی ایک دکان پر ”با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب“ کے عنوان سے موجود اصلاحی کتاب کو پولیس اہل کاروں نے نفرت انگیز قرار دے کر کارروائی کر ڈالی، اسی طرح اب حضرت پیرانِ پیر سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ بھی پابندی کی زد میں آ گئی ہے۔ بعض جگہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ اور قادیانیت کے رد میں کتابوں کو بھی فرقہ وارانہ اور نفرت انگیز قرار دے کر کارروائیاں کی گئیں ہیں۔ اس طرح تو پھر آئین پاکستان کو رکھنا بھی جرم قرار پائے گا کہ اس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے اور قادیانیوں کے لیے مسلمانوں کے اسلامی شعائر استعمال کرنا قابلِ تعزیر جرم ہے:

ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے!

حکومت قوم کے مسائل حل کرنے پر زیادہ توجہ مرکوز کرے۔ مسائل حل ہوں گے تو ملک میں امن قائم ہوگا اور قومی یکجہتی کو فروغ ملے گا۔ بجلی بحران اور گیس بحران ناکافی تھے کہ پٹرول بحران پیدا کر لیا گیا۔ اوباما بھارت پہنچے تو مودی نے دوبار جپھی ڈال کر پاکستان کو کیا پیغام دیا۔ بھارت کے یومِ جمہوریہ پر پاک بھارت سرحد پر دونوں ملکوں کی فورسز نے مٹھائیوں کا تبادلہ کیا لیکن ایک روز قبل سیالکوٹ سرحد پر بھارتی فورسز نے بلا اشتعال فائرنگ اور گولہ باری کا تبادلہ کیا۔ اخباری خبر کے مطابق پاکستان کے آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے امریکہ کو بھارت کے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے ثبوت فراہم کر دیے ہیں اور اوباما کے دورۂ بھارت کے موقع پر چین کا دورہ کر کے اوباما کی بھارت یاترا کے اثرات زائل کر دیے ہیں۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اوباما نے کہا کہ امریکہ اور بھارت پارٹنر ہیں، مودی نے کہا کہ بھارت اور امریکہ کی کیمسٹری مل گئی ہے۔ یہ اچھے پیغامات نہیں۔ حکمران، حکمت و دانش مندی کا مظاہرہ کریں۔ وطنِ عزیز پاکستان کو داخلی طور پر مضبوط کریں اور امن کا گہوارہ بنائیں۔ اس کے لیے قومی وحدت کی ضرورت ہے۔ دینی طبقے کو نشانہ بنانے کی بجائے ملک اور دین دشمنوں کو نشانے پر رکھیں۔ علماء دیوبند متفقہ طور پر اعلان کر چکے ہیں کہ پاکستان میں مسلح جدوجہد کا کوئی جواز نہیں۔ یہ ریاست کی ذمہ داری اور فوج کا کام ہے۔ اور جہاد بھی فوج کا کام ہے قوم کا نہیں۔ اہل مدارس کے لیے قرآن وحدیث کی تعلیم اور مسلمانوں کے ایمانوں کا تحفظ ہی سب سے بڑا جہاد ہے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ.

عبداللطیف خالد چیمہ

اکیسویں ترمیم اور دہشت گردی!

سانحۂ پشاور پر پوری قوم ایک اکائی کی طرح غم زدہ ہے، منظر بھلانا ناممکن ہے! عسکری و سیاسی قیادت قومی ایکشن پلان پر متفق ہوئی اور پارلیمنٹ کے ذریعے آئین میں اکیسویں ترمیم ہوئی۔ فوجی عدالتوں کے قیام کی دو سال کے لیے منظوری دی گئی لیکن مطلق دہشت گردی کی بجائے مذہب و مسلک کے نام پر دہشت گردی کے مقدمات کو انسدادِ دہشت گردی کی فوجی عدالتوں میں لانے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس پر جمیعت علماءِ اسلام اور جماعتِ اسلامی نے شدید تحفظات کا اظہار کیا اور ملک بھر کے اکثر مذہبی حلقوں نے کہا کہ ہر قسم کی دہشت گردی کی روک تھام ہونی چاہیے۔ کیونکہ دہشت گرد، دہشت گرد ہی ہوتا ہے وہ جس نام اور جس کام پر بھی اپنی کارروائیاں کرے، آئین کے مطابق پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے لیکن سیکولر انتہا پسند اس بنیاد کو ہی مسمار کرنا چاہتے ہیں۔ عدالت عظمیٰ دوٹوک فیصلہ دے چکی ہے کہ ریاست کے اسلامی تشخص کو کسی ترمیم کے ذریعے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ سپریم کورٹ نے فوجی عدالتوں کے قیام پر بھی ناپسندیدگی کا اظہار کیا جو عدلیہ کا حق ہے لیکن افسوس کہ تادمِ تحریر صورتِ حال یہ ہے کہ لسانی و علیحدگی پسندی کی تحریکوں اور بھتہ خوری کو ''استثنا'' حاصل نظر آ رہا ہے۔ ایم کیو ایم اور بلوچستان میں وطنِ عزیز کے خلاف برسرِ پیکار قوتوں کی کارروائیوں، دہشت گردی، قتل و غارت گری کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ یہ مسئلے کا حل نہیں بلکہ مزید گھمبیر مسائل پیدا ہوں گے۔ ہم یہاں خالد عرفان کے تازہ اشعار نقل کر رہے ہیں:

آپ نے قانون میں ترمیم تو کر دی، مگر
کیا بلاتفریق دہشت گرد مارا جائے گا؟

آپ کی نظروں میں ہم سارے ہی دہشت گرد ہیں
اس طرح تو قوم کا ہر فرد مارا جائے گا

ہوشیار! اے عالمو! اے واعظو! اے مفتیو!
داڑھیوں والا یہاں ہر فرد مارا جائے گا

اب سیاسی شرپسندوں کو مکمل چھوٹ ہے
مذہبی اقدار کا ہمدرد مارا جائے گا

حکمرانوں کے مظالم کو اماں مل جائی گی
شوقیہ ٹائپ کا دہشت گرد مارا جائے گا

توہین آمیز خاکے اور مسلم اُمّہ!

فرانس کے جریدے ''چارلی ایبڈو'' میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکوں پر پاکستان سمیت دنیا بھر میں ردِعمل فطری امر ہے۔ مسلمان اپنے اعمال کے اعتبار سے جتنا بھی کمزور ہو جائے لیکن جب بھی اور جہاں بھی تحفظ ناموسِ رسالت کا مرحلہ پیش آتا ہے وہ اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ چودہ صدیوں

کی تاریخ اس سے بھری پڑی ہے۔اظہارِ رائے کی آزادی دنیا میں تسلیم کی جاتی ہے لیکن اس کے بے لگام ہونے کا تصور کہیں بھی موجود نہیں۔ اقوامِ متحدہ کا عالمی منشور بھی آزادی کے ساتھ کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے، لیکن امریکہ و عالم کفر دنیا کے ایک چوتھائی کی آبادی کے ایمان وعقیدہ پر مسلسل حملہ آور ہے۔ آج کا طاغوت دنیا اور خصوصاً اہلِ اسلام کو زیر کرنے کے لیے کئی جہتوں سے حملہ آور ہے۔

انتہائی نامساعد حالات کے باوجود مسلمان اپنے عقیدے سے دستبردار نہیں ہوا اور ہم کسی صورت سرنڈر ہونے کے لیے تیار نہیں۔ 16 / جنوری 2015ء کو واشنگٹن میں اوبامہ اور کیمرون، اسلام کو زہریلے نظریات قرار دے کر اپنا استعماری زہر ظاہر کر چکے ہیں۔ اسلام زہریلے نظریات کا حامل نہیں بلکہ خطرناک ترین زہر کا تریاقِ حقیقی ہے۔ طاغوت یا دشمن سمجھتا ہے کہ دنیا میں رکاوٹ مذہبی طبقات کی طرف سے ہے، جس کے نتیجے میں افغانستان سے اسے جانا پڑ رہا ہے اور غصہ پاکستان پر نکالا جا رہا ہے۔ موجودہ صورتحال میں ہمیں آقائے دوجہاں خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک، مشکل حالات میں اسوۂ نبوی ﷺ اور طریقِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔ بخاری شریف کی حدیث مبارکہ اس طرح ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہے گی جو اللہ کے حکم کو تھامنے والی ہے، ان کو وہ لوگ نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اُن کی رسوائی کے پیچھے پڑیں گے اور نہ وہ لوگ جو ان کی مخالفت میں رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم اسی حالت میں آجائے۔ یعنی قیامت قائم ہوجائے۔

☆......☆......☆

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

روشن خیالی اور اسلام

اپنے آپ کو دانشور اور روشن خیال کہلانے والوں کی اکثریت اسلامی آثار وروایات کے مقابلہ میں مغربی تہذیب واقدار کی ترجمانی اور نمائندگی کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتی ہے، اس جماعت کی جانب سے تحقیق وریسرچ کے عنوان سے جو چیزیں سامنے آ رہی ہیں، ان سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ حالات اور تقاضے کی آڑ لے کر اسلامی معاشرہ کو مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ جو دینی تصورات اور مذہبی روایات ماڈرن تہذیب سے متصادم ہوں، انھیں کانٹ چھانٹ کر یورپ سے برآمد کی ہوئی اس جدید تہذیب سے ہم آہنگ کر دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ عصرِ جدید کے آخر وہ کون سے تقاضے ہیں کہ اسلام اپنی اصلی وحقیقی شکل میں رہتے ہوئے ان کا ساتھ نہیں دے سکتا، اگر مسئلہ جدید اکتشافات وایجادات کا ہے کہ آج کا انسان دال روٹی کے بجائے کیک، ٹوسٹ اور سینڈوچ کھانے لگا ہے، دست کاری اور گھریلو صنعتوں کے مقابلے میں بڑے بڑے مشینی کارخانے قائم کر لیے ہیں، قدیم مواصلاتی ذرائع کے مقابل جدید نظامِ مواصلات دریافت کر لیے ہیں، تیر وتلوار کی جگہ کلاشنکوف، رائفل اور میزائل وایٹم بم کے استعمال پر قادر ہو گیا ہے، قدیم طرزِ علاج کے بجائے طرح طرح کے جدید طریقۂ علاج ایجاد کر لیے ہیں تو بتایا جائے کہ آخر مذہب کا ان ایجادات سے کیا تصادم ہے؟ آخر مذہبِ اسلام کا وہ کون سا اصول وقانون ہے جو ان تبدیلیوں کی نفی کرتا ہے اور ان ایجادات واکتشافات پر قدغن لگاتا ہے؟

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سائنسی تجربات واکتشافات اسلام کی روشن صداقت وحقانیت پر مہرِ تصدیق ثبت کر رہے ہیں، مثال کے طور پر اسلام آخرت کے سلسلہ میں یہ نظریہ اور اعتقاد پیش کرتا ہے کہ قیامت کے دن ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ انسان کے اعضاء وجوارح اپنے اپنے اعمال وافعال کی شہادت دیں گے، اسلام سے بے بہرہ عقل ومادہ کے پجاری اسلام کے اس عقیدہ کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے، مگر آج کے ٹیپ ریکارڈر اور دیگر مواصلاتی آلات وغیرہ نے بندگانِ عقل ومشاہدہ کو اس کے ماننے پر مجبور کر دیا کہ اگر لوہا وغیرہ سے بنے یہ جمادات کے آلے بول سکتے ہیں تو جس خدا نے زبان کو گویائی عطا کی ہے، وہ بدن کے دیگر اجزاء کو بھی گویا کر سکتا ہے، ملتِ اسلامیہ کے عقیدۂ معراجِ جسمانی سے مادہ پرستوں کی عقل انکار کرتی رہی، لیکن آج کے خلائی اور سیاراتی نظام نے تصورِ معراج کو تجربہ ومشاہدہ کی حدود میں لا کھڑا کیا ہے۔ قیامت کے دن وزنِ اعمال کے مسئلہ کو بھی سائنس نے تجربہ ومشاہدہ کی شکل میں دنیا کے روبرو کر دیا ہے، آج سائنسی ترازوؤں کے ذریعہ حرارت وبرودت اور ہوا تک کو تولا جا رہا ہے۔

الغرض سائنسی ایجادات واکتشافات تو اسلام کے پیش کردہ غیبی امور وحقائق کو تسلیم کرنے پر دنیا کو مجبور کر رہے ہیں، اس لیے اسلام کا ان سے کوئی تصادم نہیں ہے۔

ہاں اگر عصری ضروریات اور جدید تقاضوں سے مراد علم و سائنس نہیں، بلکہ وہ یورپی تہذیب و معاشرت ہے، جس کے زہریلے اثرات سے آج مغربی دنیا تڑپ رہی ہے، مثلاً شراب، جوا، سود کا بے محابا رواج، مرد اور عورت کا آزادانہ میل ملاپ، کلبوں کی انسانیت گُش زندگی، حیوانیت کی حد تک جنسی بے راہ روی، تہذیب و ثقافت کے نام پر اخلاقی انارکی، سول میرج، گرل اور بوائے فرینڈ جیسی حیا سوز رسمیں جس نے یورپ کو ایک ایسے چوراہے پر لا کھڑا کر دیا ہے، جس کے ہر چہار جانب حیوانیت، درندگی، حرص و شہوت، خود غرضی، بے چینی، مایوسی اور تاریکی نے گھیرا ڈال رکھا ہے۔

یہ بدقسمتی ہی کی بات ہے کہ عصری ضروریات اور جدید تقاضوں کا نام لے کر یورپ کی اسی تباہ کن اور ہلاکت بہ کنار تہذیب کو معاشرے پر لادنے کی ناروا کوشش کی جا رہی ہے، بالخصوص ملک کا سیاست گزیدہ طبقہ تو اس کے لیے بے چین ہے اور ترقی کے خوش نما عنوان سے جاہلیت و حیوانیت کی بے حیا تہذیب کو ملک پر لادنا چاہتا ہے۔ ملکِ عزیز اگرچہ مدت ہوئی یورپ کے طاغوتی پنجہ سے آزاد ہو گیا، مگر ملک کے یہ سیاسی لیڈران اپنے علم و فہم کی کمی اور فکر و نظر کی پستی کی بنا پر آج بھی یورپ کے ذہنی طور پر غلام ہیں اور اپنی اس غلامی کو ملک کے عوام پر بھی مسلط کرنا چاہتے ہیں اور ملک کو یورپ کی اسی تہذیبی تباہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، جس سے آج یورپ خود کراہ رہا ہے اور اس کے ہوش مند افراد اس ہلاکت سے نکلنے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔ ملک کی ترقی عورتوں کو گھر سے نکال کر سڑکوں اور دفتروں میں پہنچا دینے سے نہیں ہوگی، بلکہ ملک صحیح سمتوں میں ترقی کرے گا تو امن و آشتی، عدل و انصاف اور دولت کی درست تقسیم سے، جب کہ ترقی کے یہی اسباب خود سیاسی بازی گروں کی وجہ سے ملک میں کم یاب ہیں:

''تفو بر تو اے چشم گردوں تفو''

چونکہ اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے ہی اس تہذیب کو ''تبرج جاہلیت'' کہہ کر یکسر رد کر چکا ہے، اس لیے آج کے روشن خیال اور تاریک دل دانشور اس جاہلی تہذیب کو صالح اور مہذب بنانے کی بجائے اسلامی آثار و روایات کو فرسودہ اور از کار رفتہ قرار دے کر اس کو مسخ کرنے کے لیے اپنی ہر امکانی کوشش صرف کر رہے ہیں، یہ ایک ایسا خطرناک رویہ ہے جس کا عبرت ناک انجام ترقی کی شکل میں دنیا کے سامنے موجود ہے۔ تہذیبِ مغرب کے پرستار ملک کی فلاح و بہبود کا نام لے کر یہی تاریخ ہندوستان میں بھی دہرانا چاہتے ہیں۔ اس سازش میں یہ پہلو کس قدر خطرناک ہے کہ بعض وہ افراد و اشخاص جو ملک میں علمائے دین کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں انھیں یہ گروہ اپنا آلۂ کار بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے، جن کی وساطت سے اسلامی احکامات میں کتر بیونت کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی کے حوالے سے قرآن و حدیث کے محرمات کو حلال و جائز گردانںے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ یہ ایک ایسی خطرناک سازش ہے کہ اگر اس کا پردہ چاک نہیں کیا گیا تو مرضِ سرطان کی طرح غیر محسوس طور پر اس کی جڑیں پھیل جائیں گی اور پھر اس کا مداوا مشکل ہی سے ہو سکے گا، اربابِ علم و دین کب تک اسلامی احکام و ہدایت کے خلاف اس کھلواڑ کو خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہیں گے۔

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

(بہ شکریہ ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند، ہندوستان، دسمبر ۲۰۱۴ء)

سیف اللہ خالد

قادیانی لابی نیشنل ایکشن پلان متنازعہ بنانے کے لیے سرگرم

پولیس اور بیوروکریسی میں موجود قادیانی لابی نیشنل ایکشن پلان کو متناعہ بنانے کے لیے متحرک ہوگئی۔ شرانگیز مواد تلف کرنے کی آڑ میں ختم نبوت کا لٹریچر بھی قابل دست اندازی پولیس بناڈالا۔ اس حوالے سے ڈیرہ غازی خان اور راولپنڈی میں مقدمات درج کر لیے گئے اور گرفتاریاں بھی کی گئی ہیں۔ وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ قاری حنیف جالندھری نے تسلیم کیا ہے کہ ایسی شکایات مل رہی ہیں، جن کی تصدیق کے بعد حکومت سے بات کی جائے گی۔

’’امت‘‘ کو دستیاب اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف نیشنل ایکشن پلان کے تحت ملک بھر میں شرانگیز لٹریچر کو ممنوع قرار دے کر پولیس کو اس کے خلاف کارروائی کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ لیکن بیوروکریسی اور پولیس میں موجود قادیانی کارندے موقع سے فائدہ اٹھا کر نیشنل ایکشن پلان کو ہی متنازع بنانے پر تل گئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق چونکہ شرانگیز مواد کی کوئی واضح تشریح موجود نہیں، اس لیے شرپسند سرکاری افسران اپنی مرضی کرتے ہوئے قومی اتفاق رائے میں دراڑیں پیدا کرنے کی کوشش میں ہیں اور ایک ایسے وقت میں جب فرانس میں توہینِ رسالت کے سبب عام مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہیں، یہ لوگ پاکستان میں بھی اشتعال پیدا کرتے ہوئے ختم نبوت کے حوالے سے لٹریچر کو بھی شرانگیز قرار دے کر لوگوں کے خلاف مقدمات درج کرنے لگے ہیں۔

اطلاعات کے مطابق وفاق المدارس اور جے یو آئی کے اجلاس میں ڈیرہ غازی خان سے آنے والے مدارس کے مہتمم حضرات نے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ پولیس اہلکار مدارس میں چھاپے مار رہے ہیں، لائبریریوں میں موجود ختمِ نبوّت لٹریچر کو نفرت انگیز قرار دے کر کارروائی کی دھمکیاں دی جارہی ہیں اور ذمہ داران کو بلیک میل کیا جارہا ہے۔ ذرائع کے مطابق جن اضلاع میں قادیانی پولیس افسر تعینات ہیں ان علاقوں میں نہ صرف یہ کہ مدارس کے خلاف کارروائیاں زور وشور سے جاری ہیں بلکہ مدارس میں موجود ختم نبوت کے لٹریچر کو شرانگیز قرار دے کر مقدمات بھی درج کیے جارہے ہیں، جس سے نہ صرف ختمِ نبوّت سے متعلق تنظیمات بلکہ عوامی سطح پر بھی اشتعال پیدا ہو رہا ہے۔ ذرائع کے مطابق راولپنڈی میں کمیٹی چوک پر واقع کتب خانوں کے خلاف بھی دو روز قبل کارروائی کی گئی۔ پولیس نے کئی کتب خانوں کی تلاشی لی اور قرآن محل نامی ایک کتب خانہ پر چھاپہ کے دوران ختمِ نبوت کے حوالے سے کتاب ’’اختلاف امت اور صراط مستقیم‘‘ برآمد ہونے پر نفرت انگیز مواد کی فروخت کا مقدمہ درج کر کے ملازم عطاء اللہ اور دیگر کو گرفتار کرلیا گیا۔ جبکہ کتب خانے کے مالک طفیل کے خلاف بھی مقدمہ درج کیا جاچکا ہے۔

دوسری جانب وزارت داخلہ کے ذرائع کا دعویٰ ہے کہ پولیس کو ایسی کوئی ہدایات جاری نہیں کی گئیں۔ صرف ایسے لٹریچر کی تلفی کا کہا گیا ہے جو دہشت گردی اور انتہا پسندی کا سبب بن رہا ہے، تاکہ دہشت گردی کو کنٹرول کیا جاسکے۔ حکومت اس سلسلے میں علماء سے بھی مدد حاصل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ذریعے کا دعویٰ ہے کہ اب تک کی تمام تر تحقیقات میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ فرقہ وارانہ دہشت گردی کا بنیادی سبب نفرت انگیز اور توہین آمیز لٹریچر

ہے، لہٰذا حکومت نے اس کی تلفی کا فیصلہ کیا ہے تاکہ دہشت گردوں کے ساتھ دہشت گردی کی وجہ کو بھی ختم کیا جا سکے۔

''امت'' کی اطلاع کے مطابق پنجاب کے مختلف شہروں میں پولیس اہلکار اس اصطلاح کی آڑ میں بلیک میلنگ اور رشوت خوری کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں اور ان کا ہدف صحابہ و اہل بیت کی توہین پر مشتمل مواد یا کسی فرقے کی دل آزاری پر مشتمل لٹریچر نہیں ہے بلکہ ختم نبوت سے متعلق کتب پر اعتراضات کر کے مدارس اور کتب خانوں کو دھمکایا جا رہا ہے کہ اگر ''خدمت'' نہ کی گئی تو ان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا جائے گا۔ راولپنڈی، لاہور، فیصل آباد اور ڈیرہ غازی خان کے کتب فروش حضرات نے ''امت'' کو بتایا کہ ختم نبوت کا لٹریچر بھی شر انگیز قرار دے کر بلیک میل کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کتب فروش کے ذاتی مطالعہ میں موجود ۱۹۷۴ء کی قومی اسمبلی کی قادیانیت سے متعلق کارروائی پر مشتمل کتاب کو شر انگیز قرار دے دیا گیا۔ ''امت'' کے استفسار پر ہر دکان دار کو ایک ہی خوف لاحق تھا کہ اگر نام شائع ہو گیا تو رشوت دے کر بھی جان نہیں چھوٹے گی اور مقدمہ درج کر لیا جائے گا۔ جب کہ ڈیرہ غازی خان اور دیگر علاقوں میں مدارس سے بھی ایسی ہی شکایات ملی ہیں۔

اس حوالے سے ''اُمّت'' نے گزشتہ روز وزارت داخلہ کے اجلاس کے بعد وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ قاری حنیف جالندھری سے بات چیت کی تو انھوں نے بھی تصدیق کی کہ بعض جگہ سے ایسی اطلاعات مل رہی ہیں کہ پولیس علماء اور مدارس کو ختمِ نبوّت کے لٹریچر پر بھی تنگ کر رہی ہے اور اسے نفرت انگیز قرار دیا جا رہا ہے۔ لیکن اس الزام میں کارروائی سراسر غلط ہے، کیونکہ ختمِ نبوّت مسلمانوں کا اساسی عقیدہ ہے۔ جس پر کوئی سمجھوتہ ممکن ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ قادیانیوں کے خلاف قومی اسمبلی میں بحث ہوئی اور قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا ہے۔ قادیانیت کے عقائد پر بحث اور ان کا رد خود پارلیمنٹ کے ریکارڈ کا حصہ اور فیصلہ آئین کا حصہ ہے۔ آئین کی تشریح اور اس کی تشہیر کس طرح جرم قرار پا سکتی ہے۔ ایک سوال پر کہ اس طرح تو آئین پاکستان بھی زد میں آتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بالکل اگر قادیانیوں کو کافر کہنا یا ختمِ نبوّت کا دفاع شر انگیزی ہے تو پھر جس کے پاس آئین کی کتاب ہے اس کے خلاف کارروائی کریں۔ انھوں نے کہا کہ ایسا کرنے والے آئین کی توہین کے مرتکب ہو رہے اور نیشنل ایکشن پلان کو متنازعہ بنا رہے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ آپ اس معاملے میں کس سطح پر بات کریں گے؟ انھوں نے کہا کہ ہم اپنے ذرائع سے تصدیق کر رہے ہیں۔ شواہد آ جانے پر اعلیٰ سطح پر اس معاملے کو اٹھائیں گے۔

مجلس احرار اسلام کے سیکریٹری جنرل عبداللطیف چیمہ نے ''امت'' سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی نہ صرف آئین بلکہ پاکستان کے بھی غدار ہیں۔ ان کی یہ حرکتیں دہشت گردوں کی حمایت کے مترادف ہیں۔ قادیانی لابیز دہشت گردوں کے خلاف قوانین کا رخ ان حلقوں کی طرف موڑنے کی کوشش کر رہی ہیں جو ہر دور اور ہر طرح کے حالات میں دہشت گردی کے خلاف آواز بلند کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم دہشت گردی کے خلاف کارروائی کی حمایت کرتے ہیں اور نفرت انگیز، توہین آمیز لٹریچر کے خلاف کارروائی کی بھی حمایت کرتے ہیں مگر اس کی آڑ میں پاکستان کی پارلیمان کے اتفاق رائے سے طے شدہ مسئلہ کو متنازعہ بنانے اور امت مسلمہ کے غیر متنازعہ عقیدہ اساس کو شر انگیزی قرار دینا دراصل دہشت گردوں کی مدد کے مترادف ہے۔ حکومت کو اپنی پالیسی واضح کرتے ہوئے پر امن دینی طبقے کے خلاف اپنا بغض نکالنے والوں کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے۔

(مطبوعہ: روزنامہ اُمّت، ۱۸ر جنوری ۲۰۱۵ء)

عبداللہ طارق سہیل

جگر لخت لخت ! وغیرہ وغیرہ

● جس طرح امتحانات کے مراکز پر محکمہ تعلیم کے افسر چھاپے مارتے ہیں یہ دیکھنے کے لیے کہیں نقل تو نہیں ہو رہی اسی طرح سے ہماری جنگ بھی ایسا امتحانی عمل ہے جس پر چھاپے مارنے کے لیے ''ہائر ایجوکیشنل کمیشن'' کی طرف سے چھاپہ مار ٹیمیں گاہے بگاہے پاکستان تشریف لاتی رہتی ہیں۔ اگرچہ سائبر ٹیکنالوجی کے اس دور میں ہائر کمیشن کو ''فزیکل'' دوروں کی ضرورت نہیں اسے اپنے سنٹر ہی میں بیٹھے بٹھائے ساری کارکردگی رپورٹ مل جاتی ہے لیکن شاید ہماری ''عزت افزائی'' کی خاطر یہ دورے ضروری خیال کیے جاتے ہیں۔

تازہ معائنہ ٹیم امریکی وزیر جان کیری کی شکل میں چھاپہ مارنے تشریف لائی۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب طالب علم پرچہ دے چکا ہو تب بھی اسے کمرۂ امتحان میں بیٹھنے پر مجبور کیا جائے اور اس پر چھاپہ مارا جائے تو اسے کیا سمجھا جائے؟ بہرحال کیری نے تشریف لا کر مزید امتحانی ہدایات دیں۔ فرمایا حقانی نیٹ ورک اور لشکر طیبہ کے خلاف مزید کارروائی کی جائے۔ اب پرچہ سے فارغ ہو کر چھٹی کا منتظر طالب علم کیا کرے؟ حقانی نیٹ ورک کا صفایا ہو چکا۔ سرتاج عزیز نے چھاپہ مار کیری کو بتا بھی دیا کہ اسے تو ہم نے تباہ کر دیا ہے اور لشکر طیبہ کی جہاں تک بات ہے، وہ مقبوضہ کشمیر میں ہے۔ پاکستان میں ہے ہی نہیں لیکن چھاپہ مار ٹیم کہتی ہے کہ نہیں دونوں کے خلاف کارروائی کرو۔ لشکر طیبہ کی حد تک تو طالب علم نے پھر سے پرچہ دینے کی حامی بھر لی ہے۔ وزیر اعظم نے کہا ہے آزاد کشمیر میں بھی فوجی عدالتیں بنیں گی۔ جو لکیر کے اس پار لشکر طیبہ کے لوگ ہیں ان کے بہت سے رشتہ دار لکیر کے ہمارے والی طرف موجود ہوں گے۔ لشکر طیبہ کی حد تک چھاپہ مار کیری کو مطمئن ہو جانا چاہیئے لیکن پھر سے تباہ کرنے کے لیے نواز شریف حقانی نیٹ ورک کہاں سے لائیں گے؟ پہلے بنایا، پھر توڑا، اب توڑ دیا تو امریکی مطالبہ یہ ہے کہ ایک بار پھر سے بناؤ اور پھر سے توڑو۔ (روزنامہ نئی بات، لاہور، 15 / جنوری 2015)

● ایک حکومتی عہدیدار نے کہا ہے کہ جان کیری کی آمد پر پاکستان نے ان کے ہر سوال کا ڈٹ کر دوٹوک جواب دیا۔ یعنی بڑی جرأت دکھائی! تصور ہی کیا جا سکتا ہے کہ سوال کس نیازمندی سے کیا گیا ہوگا اور جواب قومی خودمختاری کو اونچا رکھتے ہوئے کس بانک پن سے دوٹوک انداز میں دیا گیا ہوگا۔ شاید اس طرح کا سوال جواب ہوا ہوگا:

سوال: حقانی نیٹ ورک پر پابندی لگانے کا سوال ہے بابا!

جواب: (اکڑ کر) لگا دی۔ آپ وطن واپسی کے لیے ابھی ایئرپورٹ نہیں پہنچیں گے کہ (مزید اکڑ کر) کہ پابندی کا نوٹیفکیشن

جاری ہو جائے گا۔

سوال: (لجاجت سے) جماعت الدعوۃ پر بھی پابندی کا سوال ہے بابا۔

جواب: کچھ دن ٹھہر کر یہ سوال کرنا۔فوری طور پر پابندی لگانا مشکل ہے۔اس لئے کہ ابھی عدلیہ کو قابو میں لانے کا مرحلہ شروع ہی ہوا ہے۔

سوال: سیاسی اسلام والے سارے مدرسے بند کر دو۔ایسی ہماری گزارش ہے۔

جواب: (کڑک کر) رجسٹریشن کا قانون بن گیا ہے 21 ویں ترمیم بھی آ گئی ہے۔آپ دیکھتے جایئے دہشت گردوں کے سہولت کار ہونے کا الزام لگا کر سارے قاری مولوی پکڑ لیں گے۔تھوڑی مہلت آپ ہمیں دے دو، زمانہ قدیم کی یہ یاد گاریں زمانہ قدیم میں پہنچا دیں گے۔(اکڑ کر) اور حکم......

سوال: سرکاری نصاب میں اب بھی کچھ نہ کچھ اسلامی مواد موجود ہے۔اس کی جگہ عیسائیت، ہندو تہذیب، پاگان ازم وغیرہ کے مضامین شامل کریں اور نصاب کو روشن خیال بنائیں۔

جواب: (اکڑ کر) بہت معمولی باقیات رہ گئی ہیں جلد صفایا ہو گا، روشن خیالی کی جامع خبر آپ کو ملے گی (گرج کر) اور حکم!

سوال: دہشت گردی کی جنگ میں مزید خرچا کرو بابا اور آئین سے قرارداد مقاصد نکالو اور سیکولر آئین ڈکلیئر کرو۔

جواب: یہ پیٹرول کا بحران اور کس لئے پیدا کیا ہے۔خاصا فنڈ جنریٹ ہو گا۔کم پڑا تو ایک دو بحران اور پیدا کر دیں گے۔ ہمارے پاس پیدا کرنے کے لیے بحرانوں کی کمی نہیں ہے۔اور قرارداد مقاصد والا کام عدلیہ پر کمبل ڈالنے کے بعد ہو گا۔

سوال: فی الحال اتنا ہی۔باقی پھر۔

جواب: بس اتنا مختصر ایجنڈا؟ سخت افسوس ہے آئندہ دورے پر ذرا لمبی فہرست لائیے گا۔

(روزنامہ نئی بات، لاہور، 21/جنوری 2015)

- سابق صدر آصف علی زرداری کہا کرتے تھے، ہم تاریخ لکھیں گے۔ وہ تو تاریخ شاید نہیں لکھ سکے یا اُدھوری چھوڑ دی لیکن میاں نواز شریف نے تاریخ لکھ دی۔ایسا کام کر دیا جو ناممکنات کے ٹاپ ٹین کے ٹاپ پر تھا۔

جب بھی مارشل لاء لگا، کچھ پارٹیوں نے حمایت کی، کچھ نے مخالفت۔مخالفت والی کچھ حامی، کچھ سے کچھ زیادہ رہیں۔نواز شریف نے یہ تاریخ رقم کی کہ سب کو حمایت میں اکٹھا کر دیا۔اب جو نظام آیا ہے اس میں حکمرانی جن کی ہے، ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔اب نواز حکومت کو حکمرانوں کی بی ٹیم ضرور کہا جا سکتا ہے اور پیپلز پارٹی سمیت دوسری تمام جماعتوں بشمول تحریک انصاف اور جماعت اسلامی اور اے این پی کو نواز حکومت کی بی ٹیم یعنی ایسی بی ٹیم جو پہلے سے کسی بی ٹیم کی بی ٹیم ہے۔رہی متحدہ، وہ تو ”حکمرانوں“ کی پچھلے 22 سال سے اتحادی ہے۔اس کی یہ ”اخلاقی برتری“ اب اور بھی

بڑھ جائے گی کیونکہ سنا ہے کہ آپریشن کی حمایت کے بدلے اس کے ''سہولت کاروں'' کو مزید سہولیات و مستثنیات دینے کا یقین دلا دیا گیا ہے۔

نہیں، اس نظام کو مارشل لا نہیں کہا جا سکتا۔ مارشل لا اسے کہتے ہیں جو خود کہے کہ میں مارشل لا ہوں۔ مشرف نے مارشل لا لگایا لیکن خود کو مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نہیں کہا بلکہ چیف ایگزیکٹو کہا، چنانچہ سب نے اسے چیف ایگزیکٹو ہی کہا۔ کسی نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نہیں کہا۔ پھر اس نے کہا چیف ایگزیکٹو بھی نہیں ہوں، میں تو صدر ہوں، اس لیے سب نے اسے صدر کہا، کسی نے چیف ایگزیکٹو نہیں کہا۔ ثابت ہوا کہ مارشل لا وہ ہوتا ہے جو خود اپنے منہ سے خود کو مارشل لا کہے۔ چنانچہ مزید ثابت ہوا کہ موجودہ نظام مارشل لا بالکل نہیں ہے۔ یہاں تو وزیراعظم موجود ہے۔ بھلا مارشل لا میں بھی کوئی وزیراعظم ہوتا ہے؟ آئین بھی بحال ہے اگرچہ سپریم کورٹ میں فیصلے چیلنج نہیں کیے جا سکتے لیکن آئین بحال ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آئین بحال ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ 1971ء کے بعد سے اس ملک میں آئین کبھی غیر بحال ہوا ہی نہیں۔ تو پھر سیدھی بات ہے کہ یہ مارشل لا نہیں ہے۔

اور سیدھی بات حکومت کا یہ بیان بھی ہے کہ فوجی عدالتوں میں صرف دہشت گردوں کے خلاف ہی مقدمہ چلے گا، کسی اور پر نہیں چلے گا۔ دہشت گرد کی تعریف کیا ہے؟ ڈرون حملے اور بمباری میں جو بھی مرے وہ دہشت گرد ہے اور پولیس مقابلے میں جو بھی مرے دہشت گرد ہے۔ سائنس اتنی ترقی کر گئی ہے کہ بم اور میزائل صرف دہشت گردوں پر گرتا ہے اور صرف انھی کو مارتا ہے۔ اس لیے کسی کو یہ تعین کرنے کی زحمت نہیں کرنا پڑتی کہ کس پر بم گرایا جائے۔ بس ''بم گرا دو'' وہ خود بخود دہشت گردوں پر جا پھٹے گا، جو مرے گا وہ دہشت گرد ہوگا اور پولیس اتنی سیانی ہوگئی ہے کہ وہ دہشت گردوں کو دور ہی سے پہچان لیتی ہے۔ اس تعریف میں نیا اضافہ یہ ہوگا کہ پولیس جسے پکڑ کر عدالت کے حوالے کرے گی، وہ دہشت گرد ہوگا اس لیے کہ پولیس کسی غیر دہشت گرد کو پکڑے گی ہی نہیں۔ چنانچہ حکومت کا یہ بیان بالکل سچ ہے کہ ان عدالتوں میں مقدمے صرف دہشت گردوں پر چلیں گے۔ رہا یہ سوال کہ عوام کو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون دہشت گرد ہے/تھا، تو ان کے لیے گواہ موجود ہے یعنی میڈیا۔ اُدھر ڈرون حملہ ہوتا ہے، اِدھر میڈیا یہ ٹکر چلاتا ہے، ڈرون حملہ، اتنے دہشت گرد ہلاک ہوئے۔ اتنے مستند گواہ کی موجودگی میں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی کہاں رہ جاتی ہے کہ عوام کو کسی کے دہشت گرد ہونے کا کیسے پتہ چلے گا۔ سیدھی بات، جو مر گیا، وہ دہشت گرد، جو پکڑا گیا، وہ بھی دہشت گرد، جسے میڈیا نے دہشت گرد کہہ دیا، وہ تو تصدیق شدہ دہشت گرد۔ (روزنامہ نئی بات، لاہور، 28/دسمبر 2014ء)

● پولیس کی تفتیش کیسے ہوتی ہے اور جرم، خاص طور سے قتل کے کیس میں ثبوت کیوں ضروری ہے؟ یہ اتنے مشکل سوال ہیں کہ شاید نواز شریف کے لیے ان کا سمجھنا آسان نہیں ہے یا پھر یہ اتنے غیر اہم ہیں کہ نواز شریف کو ان پر غور کی ضرورت ہی نہیں۔

چند ہفتے پہلے گرین ٹاؤن لاہور میں ایک معصوم بچے معین کا دردناک اور وحشیانہ قتل ہوا۔ اسے زیادتی کے بعد مسجد میں مؤذن کے کمرے کے باہر پھانسی دے دی گئی۔ پولیس نے مؤذن اور امام مسجد کو فوراً گرفتار کرلیا اور دو ہفتے تک ان کے ساتھ وہ کیا کہ کیا گوانتاناموّوالوں نے بھی القاعدہ کے ساتھ کیا ہوگا۔ آخر کار مؤذن نے اعتراف جرم کرلیا۔ نہ صرف اعتراف بلکہ پوری تفصیل بھی بتادی کہ اس نے بچے کو کیسے اغوا کیا، کیسے قابو کیا، کس طرح پھندا بنایا، کس طرح گردن توڑی۔

21ویں ترمیم کے مطابق سرسری سماعت کی عدالتوں کو فیصلہ کے لیے صرف تفتیشی افسر کا بیان چاہیے۔ تفتیشی افسر کا بیان یہ تھا کہ مؤذن نے بچے کو اغوا کیا، اس کی گردن توڑی، پھر پھندے سے ٹانگ دیا۔ اب سوچیے، یہ مقدمہ سرسری عدالت میں چلتا تو مؤذن کا اب تک چہلم بھی ہو چکا ہوتا لیکن اتفاق سے عدالتیں بنتے بنتے دیر ہوگئی اور اس دوران اصل قاتل نے اعتراف جرم کرلیا۔ مؤذن کی جان بچانے میں لاہور کے سی سی پی امین وینس کی فرض شناسی نے کردار ادا کیا۔ اس نے ڈی این اے ٹیسٹ کرایا۔ سرسری قانون میں خدا جانے ڈی این اے ٹیسٹ کی کچھ اہمیت ہے کہ نہیں۔

نیا انصاف ثبوت ''گواہی'' شہادت سے بے نیاز ہے۔ ایک اور واقعہ کا ذکر بھی ہو جائے۔ ایک قاتل کو ہائیکورٹ نے اس وقت بری کر دیا جب اسے یہ ثبوت ملے کہ مقتول کو کسی اور نے قتل کیا تھا لیکن لواحقین نے جن کی مبینہ قاتل سے دشمنی تھی، حساب چکانے کے لیے اسے نامزد کر دیا۔ اسے ماتحت عدالتوں سے سزائے موت ہوئی تھی۔

ابتدائی شواہد پر کہیں بھی اور کبھی فیصلے نہیں سنائے جاتے۔ اصل مجرم کئی بار کوئی اور نکلتا ہے۔ لیکن نئے انصاف میں طے ہے کہ جو بھی گرفتار ہو، اسے پھانسی دی جائے گی۔ چلیے، اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن نام پر اعتراض ہے اور ایک نہیں دو دو اعتراض۔ ایک تو یہ کہ سرسری سماعت کا لفظ ختم کیا جائے۔ سرسری سماعت اس کارروائی کو کہتے ہیں جس میں سماعت کا دورانیہ مختصر ہو۔ جہاں سماعت کی کوئی گنجائش ہی نہ ہو اسے سرسری سماعت کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اسے تو لا پتہ سماعت کی عدالت کہئے اور پھر دوسرا اعتراض لفظ عدالت پر ہے۔ عدالت کا لفظ عدل سے نکلا ہے۔ ہاں کورٹ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ کورٹ کے لفظی معنوں میں عدل کا ذکر نہیں ہے۔ تو نیا نام یوں کیوں نہ رکھ لیا جائے کہ لا پتہ سماعت کی کورٹ۔ اور پھر جتنے چاہیں دار پر چڑھا دیں۔ کم از کم عدل کا لفظ تو دہائی نہیں دے گا۔

کیسی مزے کی لیکن ''بامعنی'' دلیل دی جارہی ہے کہ عام عدالتیں گواہوں اور ثبوتوں کے بغیر سزا نہیں سناتیں اس لیے فوجی عدالتیں ضروری ہیں۔ بگلے کا شکار اس کے سر پر موم بتی رکھ کر کرنے کی آخر کیا ضرورت ہے۔ آئین میں غیر آئینی کے بجائے ''آئینی'' ترمیم کرتے اور ضابطہ فوجداری بدل دیتے۔ عدالتوں کے لیے طے کر دیتے کہ وہ ثبوت اور گواہوں کے چکر میں نہیں پڑیں گی اور پولیس کے تفتیشی افسر کی سفارشات پر عمل درآمد کی پابند ہوں گی۔ یوں مقصد بھی پورا ہو جاتا اور غیر آئینی اقدام کی تہمت سے بھی بچ جاتے۔ خیر، یہ بحث تو بے فائدہ ہے لیکن اس تفتیشی افسر کو انعام کون دے گا

جس نے قتل سے لاعلم اور لاتعلق مؤذن سے نہ صرف اعتراف جرم کرالیا بلکہ ارتکاب جرم کی لحہ بہ لحہ تفصیل بھی حاصل کر لی۔ اسے کیوں نہ نوبل امن انعام کے لیے نامزد کیا جائے۔ (روز نامہ نئی بات، لاہور، 17؍ جنوری 2015ء)

- ایک تو پختون ہونا جرم تھا ہی، اب پختونوں جیسی شکل والا ہونا بھی گناہ ہوگیا، کسی شہر سے خبر ہے کہ ایک پٹھان نما پنجابی تندور پر آیا اور 80 روٹیاں مانگیں۔ بس، تندورچی نے سمجھا کہ باونٹی ہاتھ میں آ گئی۔ جھٹ پولیس کو فون کیا کہ دہشت گرد کھڑا ہے، باتوں میں لگا رکھا ہے، جلد پہنچو۔

پولیس آئی اور اسے پختون سمجھ کر اٹھا لے گئی۔ تھانے جا کر تفتیش کی تو پتہ چلا، پنجابی ہے، شکل پختونوں سے ملتی ہے۔ دہشت گردی کا آدھا الزام جھڑ گیا۔ مزید تفتیش سے پتہ چلا کہ گھر میں شادی ہے، اس کے لیے روٹیاں لینے آیا ہے۔ باقی آدھا الزام بھی جھڑ گیا۔ جان بچی سو لاکھوں پائے، 80 روٹیاں لیے بغیر ہی پختون نما، پنجابی اپنے گھر پہنچا تو وہاں دہرا جشن ہوگیا۔ ایک تو شادی کا جشن جو پہلے تھا ہی، دوسرا اس بات کا کہ ہمارا جی پھانسی سے بچ گیا۔ پھانسی نہ سہی، پولیس مقابلہ تو کہیں نہیں گیا تھا اور پھر اخبار میں چھپنے والی سرخی کہ مقابلے میں مارے جانے والے ''کمانڈر'' کے سر پر ایک کروڑ روپے انعام تھا، 80 روٹیوں سمیت پار ہو گیا لیکن پٹھان نما پنجابی کی خوش قسمتی سے تھانیدار سست اور کاہل تھا، اس نے پولیس مقابلہ کرنے کے بجائے تفتیش شروع کر دی۔ زیادہ روٹیاں خریدنے والا دہشت گرد ہوتا ہے، یہ فارمولا پاکستان ہی میں بن سکتا تھا، باقاعدہ ٹی وی پر دیکھا کہ ہدایت نامہ انسداد دہشت گردی میں بتایا جا رہا تھا کہ تندور پر نظر رکھو جو زیادہ روٹیاں خریدے، وہ دہشت گرد ہے۔ مولا کریم نے ایسے ''سمجھدان'' پاکستان ہی میں پیدا فرمائے ہیں، کیا کیجیے، مشیت الٰہی ہے۔ اگر دہشت گرد کسی گھر کو اڈہ بنائے ہوئے ہوں گے تو وہ ایک ہی بار آٹے کی بوری کیوں نہیں خریدیں گے، دن میں تین تین بار 80 روٹیاں لینے تندور پر کیوں جائیں گے اور خود کو مشکوک کیوں بنائیں گے۔ ہمارے سمجھدانوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی۔

یہ لکھ کر بھی غلطی کر دی۔ اب نیا ہدایت نامہ ٹی وی پر یوں نشر ہوگا کہ جو بھی آٹے کا تھیلا خریدتا ہوا پایا جائے، پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دو۔ گویا بھلائی اسی میں ہے کہ آٹا تھیلا مت خریدو، دکان دار کے پاس جاؤ اور جھولی پھیلا کر کہو، دو کلو آٹا ڈال دو، دو کلو اور لینے شام کو پھر آ جاؤں گا، جھولی سمیت! (روز نامہ نئی بات، لاہور، 22؍ جنوری 2015ء)

- ذہین وزیر اطلاعات پرویز رشید نے چند روز پہلے ایک نہایت ذہین بیان دیا تھا۔ بیان بظاہر عمران خان اور ایاز صادق کے ووٹوں کی گنتی سے متعلق تھا لیکن اس کی معنویت اب کھلی ہے۔ بیان تھا: تم کتنے تھیلے کھولو گے، ہر تھیلے سے شیر نکلے گا۔ اس شعر نما بیان میں وزن اگرچہ نہیں ہے لیکن معنوی موزونیت بلا کی ہے۔ ذرا تصور میں نقشہ جمایئے، ایک تھیلا ہے اسے کھولا جاتا ہے تو اس میں سے شیر نکلتا ہے۔ یعنی تھیلا بند شیر۔ اور یہ مسلم لیگی کو وزیر موصوف نے شیر بتایا ہے۔ اسی لیے تو

کہا کہ ہر تھیلے سے شیر نکلے گا۔ یعنی ساری کی ساری پارٹی یا ساری کی ساری حکومت تھیلا بند شیروں کی ہے۔ اب شیر کو شیر ہی کہیں گے چاہے وہ تھیلے میں بند ہو۔ تھیلے میں بند ہونے سے شیر کی جنس تو نہیں بدل جاتی۔

● دیکھا جائے تو امریکہ کا پاکستان سے سلوک اتنا برا بھی نہیں ہے۔ وہ دوروں پر ہمیں بلاتا ہے، پھر مہمان داری کا دائرہ وسیع کر دیتا ہے اور ڈو مور کی فہرست ہمیں تھما کر تپاک سے رخصت بھی کرتا ہے۔ بھارت وہ خود جاتا ہے اور ایک لسٹ اسے پکڑاتا ہے کہ اس پر سب کچھ لکھ دو کہ وٹ کین آئی ڈو فار یو (What can I do for You?) گویا اس باب میں برابری ہو گئی۔ ایک لسٹ ہمیں دی تو ایک اسے بھی دی۔

اوباما کے دورۂ بھارت کے بارے میں خبر ہے کہ وہ اس دورے میں بھارتی یوم جمہوریہ کی پریڈ میں سلامی لیں گے اور سلامی پیش بھی کریں گے۔ پیش کی جانے والے سلامی میں ایک ''ریوڑی'' یہ بھی ہے کہ امریکہ، بھارت مل کر ڈرون طیارے بنائیں گے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ امریکہ کو آئندہ پاکستان پر ڈرون حملے کرنے کے لیے طیارے سات سمندر پار سے نہیں لانے پڑیں گے، یہیں جالندھر، امرتسر سے منگوا لیا کرے گا۔ یوں پاکستان اور بھارت میں ''قربتیں'' اور بڑھ جائیں گی۔ امریکہ اور بھارت مل کر اور بھی کئی جہاز اور دوسرے بڑے ہتھیار بنانے کے معاہدے کرنے والے ہیں۔

امریکہ نے پاکستان کو انتباہ کیا ہے کہ اوباما کے دورۂ بھارت کے دوران اس نے کوئی کراس بارڈر حرکت کی تو برا نتیجہ نکلے گا۔ یہ انتباہ برائے انتباہ ہے۔ پاکستان اب کوئی حرکت کرنے کے قابل رہا ہی کب ہے۔ ہم تو ''سکون اور سکوت'' کی اس دنیا میں پہنچ چکے ہیں کہ افغانستان اور ایران بھی جب چاہیں، ہمارے سر پر چپت رسید کر دیتے ہیں اور ہم کہتے رہ جاتے ہیں، اب کے مار......!

بہر حال امریکہ کا سلوک پاکستان سے برا نہیں۔ ایک لسٹ وہ بھارت کو دیتا ہے تو ایک ہمیں بھی دیتا ہے۔ ہاں! لسٹ کی نوعیت کچھ الگ ہے تو وہ جیسی طلب، ویسی لسٹ والا ماجرا ہے۔

آئی ہیں بزمِ یار سے لسٹیں الگ الگ

خون دینے والے مجنوں کا مقام ہمیں ملا ہے اور چُوری کھانے والے مجنوں کا نصیب بھارت نے پایا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے ورنہ سچ بات یہ ہے کہ امریکہ کا ہم سے سلوک کوئی برا نہیں......!

امریکہ اور پاکستان میں کئی ماجرے مختلف ہیں۔ مثلاً امریکہ بہت طاقت ور ملک ہے، ہم نہیں ہیں، وہ بہت مال دار ہے، ہم سدا کے دامن دراز۔ لیکن کچھ چیزیں ایک جیسی بھی ہیں۔ مثلاً امریکہ میں امریکی مفاد کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی امریکی مفاد کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ امریکہ میں امریکہ کے خلاف تنقید برداشت نہیں کی جاتی۔ پاکستان میں بھی امریکہ پر تنقید برداشت نہیں کی جاتی۔ بھارت اس معاملے میں پاکستان کا ہم پلّہ نہیں ہے، وہ کم بخت تو اپنا مفاد ہی مقدم رکھتا ہے، خود غرض کہیں کا۔

● مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ حکومتی اور اداروں کی پالیسوں کا نتیجہ ہے لیکن غلط طور پر اس کا الزام مدرسوں پر لگایا جا رہا ہے۔

غلط طور پر نہیں، بالکل صحیح طور پر، اس لیے کہ امریکہ کی فرمائش ہے، مدرسوں سے ملک کو پاک کرو۔ مولانا فضل الرحمٰن نے لفظ غلط کا استعمال کر کے امریکہ کی شان میں توہین کی ہے جن کے نتائج کا انھیں اندازہ نہیں۔ حیرت در حیرت یوں ہے کہ 21ویں ترمیم منظور ہو چکی، پھر بھی انھوں نے یہ جسارت کی۔ وہ قضیہ نہیں سمجھ رہے ہیں۔ قضیہ یہ ہے کہ مدارس کا صفایا کرنا ہے۔ یہ مقصد ہے اور مقصد کا چوبارہ چڑھنے کے لیے سیڑھی اینٹ کی ہو یا بانس کی، دونوں ٹھیک ہیں، غلط کوئی نہیں۔ بھیڑ نشیب سے پانی پی رہی تھی، اوپر کی طرف بیٹھے شیر نے کہا، تمھاری وجہ سے میرا پانی گندا ہو رہا ہے۔ کیا کسی نے شیر کو غلط کہا تھا؟

شیر غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ اس وقت شیر (امریکہ) کے کہنے کے مطابق داعش دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ اس نے چند مہینوں میں ہزاروں افراد مار ڈالے۔ اور امریکی رپورٹیں ہی بتاتی ہیں کہ داعش میں کسی مدرسے کا کوئی طالب علم نہیں ہے۔ یورپ، امریکہ انڈونیشیا، کیریبین اور لاطینی امریکہ تک سے لوگ آ کر اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور ان میں کوئی بھی مدرسے کا نہیں ہے، سب سکول، کالج بلکہ یونیورسٹیوں کے دہشت گرد ہیں لیکن شیر پھر بھی کہتا ہے کہ پانی نیچے سے گندا ہو کر اوپر آ رہا ہے تو نیچے ہی کی صفائی کرنا ہو گی۔

چنانچہ صفائی ہونے والی ہے، غلط اس میں کچھ بھی نہیں، شیر کبھی غلط کہتا ہے نہ غلط کرتا ہے۔ اور داعش پر ایک مزے کا قصہ بھی سن لیجیے۔ داعش کے سبھی دشمن ہیں۔ کیا امریکہ برطانیہ، کیا سعودی عرب بحرین اور کیا ایران اسرائیل۔ تیل کے حالیہ بحران میں ایران کی طرف سے پاکستان میں پٹرول کی سمگلنگ بڑھ گئی۔ یہ تیل کہاں سے آیا۔ نیٹ پر حیرت انگیز جواب کی تفصیلات چھائی ہوئی ہیں۔ یہ داعش کا تیل ہے جو پاسداران انقلاب حکامِ بالا سے بالا بالا برجستہ سودے بازی کر کے خریدتے اور ڈانگوں کے گز کے حساب سے بیچتے ہیں۔ کچھ ہماری مشکل آسان ہو جاتی ہے، کچھ ان کی جیب بھاری ہو جاتی ہے۔ دیکھا جائے تو اس میں بھی غلط کچھ نہیں۔ تیل تیل ہوتا ہے چاہے سرکاری کنوؤں سے آئے چاہے داعش کے مقبوضہ کنوؤں سے اور نوٹ چاہے جہاں کہیں کا بھی ہو، جیب کو اعتراض نہیں ہوتا اور جب جیب کو اعتراض نہیں تو ہم آپ نکتہ اعتراض اٹھانے والے کون! (روزنامہ نئی بات، لاہور، 23/جنوری 2015ء)

☆......☆......☆

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

میں ابودُجانہ ہوں......!

انھوں نے اپنی سرخ پٹی نکال کر اپنے سر پر باندھ لی۔ انصار نے کہا کہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے موت کی پٹی نکالی ہے۔ وہ جب بھی سرخ پٹی باندھا کرتے انصار یونہی کہا کرتے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار نکالی اور اعلان فرمایا: ''کون اس کا حق ادا کرے گا؟'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہی پکار فرمائی اور تینوں دفعہ میں نے اپنے آپ کو پیش کیا مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اعراض فرمایا اور چوتھی بار پھر آواز لگائی اس پر ابودُجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس کا حق ادا کروں گا، اس کا حق کیا ہے؟'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا حق یہ ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرو اور پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔'' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار ابودجانہ کو عطا فرمادی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری درخواست پر مجھے تلوار نہیں دی ابودُجانہ کو دے دی۔ مجھے اس بات پر بڑا دکھ ہوا کہ میں قریش میں سے ہوں (جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اور نہایت بہادر قوم ہے) علاوہ ازیں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا ہوں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ابودُجانہ کو دے دی اور مجھے چھوڑ دیا۔ اللہ کی قسم میں بھی دیکھوں گا ابودُجانہ کیا کرتے ہیں، ابودُجانہ نے سرخ پٹی نکال کر سر پر باندھ لی۔ انصار نے کہا ابودُجانہ نے موت کی پٹی نکالی ہے (یعنی دشمن کے لیے سراپا موت بن گئے ہیں یا خود عروسِ شہادت کو گلے لگانا چاہتے ہیں)۔ وہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے، وہ کہہ رہے تھے: میرے محبوب میرے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں کبھی بھی میدانِ جنگ کی آخری صف میں کھڑا نہیں ہوں گا اور اللہ کی تلوار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے اللہ اور رسول کے دشمنوں کی گردنیں اڑاتا رہوں گا۔

اَن لَّا اَقُوْمَ الدَّهْرَ فِي الْكَيُّوْلِ   اَضْرِبُ بِسَيْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشکش پر وہ تلوار مانگی تھی، پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی مانگی تھی کہ میں اس کا حق ادا کروں گا۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے اعراض فرمایا اور تیسری بار اپنی پیشکش دہرائی کہ اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا۔ حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار اُن کو عطا فرمادی، حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابودُجانہ رضی اللہ عنہ نے واقعی اس کا حق ادا کردیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ مشرکوں نے مسلمان شہداء کی لاشوں سے برا سلوک کیا ہے تو میں وہیں کھڑا ہوگیا، پھر آگے بڑھا، میں نے دیکھا ایک مشرک

مسلمانوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ رہا ہے اے مسلمانو! بکریوں کی طرح ذبح ہونے کے لیے اکھٹے ہوجاؤ۔ میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان ہتھیار لگائے اس کافر کی انتظار میں کھڑا ہے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ کافر کے ہتھیار اور اُس کی لڑائی کی استعداد زیادہ ہے۔ میں دیکھتا رہا، یہاں تک کہ دونوں آپس میں بھڑ گئے۔ مسلمان نے اس کافر کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری جو اسے چیرتی ہوئی اس کے سرین تک چلی گئی۔ کافر دو ٹکڑے ہوگیا۔ مسلمان نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر کہا: ''اے کعب تم نے کیا دیکھا، میں ابودُجانہ ہوں۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مشرک نے ابودُجانہ (رضی اللہ عنہ) پر تلوار کا وار کیا جسے انھوں نے ڈھال پر روکا، اس کی تلوار ڈھال میں گڑ گئی اور نکل نہ سکی، اتنے میں ابودجانہ (رضی اللہ عنہ) نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں نے ابودُجانہ (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ اس نے ہند بنت عقبہ کے سر کے اوپر تلوار اٹھا رکھی ہے لیکن پھر اسے قتل نہ کیا اور تلوار ہٹالی۔ میں نے ابودجانہ (رضی اللہ عنہ) کی بہادری کے کارنامے دیکھے تو میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس تلوار کا زیادہ حق دار کون تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے ابودجانہ (رضی اللہ عنہ) سے کہا مجھے تمھارے سارے کارنامے پسند آئے مگر یہ پسند نہیں آیا کہ تم نے ہند کو چھوڑ دیا۔'' جواب میں فرمایا: ''مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمودہ تلوار سے میں ایک ایسی عورت کو قتل کروں جس کا کوئی مددگار نہ ہو۔''

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے ہی بہادر اور غیُّور رہتے تھے۔ مجاہدین، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر کبھی ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔ چاہے دین دشمن اہل مناصب وزیر مشیر اُن پر عورتوں، بچوں پر حملوں کا الزام لگاتے رہیں۔ اللہ دیکھ رہے ہیں اور وہی ہر کسی کو اس کے ہر قول وعمل کا بدلہ پورا پورا دیں گے۔

کر　چرچا　عام　صحابہ　کا
تو　دامن　تھام　صحابہ　کا

حارث ون
HARIS 1
ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر

Dawlance
نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان
061 -4573511
0333-6126856

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی اُموی رحمۃ اللہ علیہ قسط: اوّل

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

فن تاریخ کا کام اتنا ہے کہ واقعات کو دیانت داری سے ٹھیک ٹھیک بیان کر دے۔ اس سے کیا نتائج نکلتے ہیں اور کسی فرد یا جماعت کا دینی یا دنیاوی مقام ان واقعات کی روشنی میں کیا ٹھہرتا ہے، یہ فن تاریخ کے موضوع سے الگ ایک چیز ہے جس کو فقہ التاریخ تو کہہ سکتے ہیں تاریخ نہیں۔

پھر عام دنیا کے افراد و رجال اور جماعتوں کے بارے میں فقہ التاریخ انھیں تاریخی واقعات پر مبنی ہوتا ہے اور فن تاریخ کا ہر واقف و ماہر ایسے نتائج اپنی اپنی فکر و نظر کے مطابق نکال سکتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معاملے میں عام دنیا کے افراد و رجال کی طرح نہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ نری تاریخ اور اس کے بیان کردہ حالات کے تابع کیا جائے۔ بلکہ صحابہ کرام ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام اُمّت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہے اس واسطے کے بغیر نہ اُمّت کو قرآن ہاتھ آ سکتا ہے، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے (لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ. تا کہ (اے پیغمبر) آپ ان کو کھول کر بیان کریں وہ کتاب جو اُن کی طرف نازل ہوئی) (سورۃ النحل: ۴۴) نہ رسالت اور نہ اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہو سکتا ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھی آپ کی تعلیمات کو تمام دنیا اور اپنے زن و فرزند اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے آپ کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کر کے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلانے والے ہیں۔ ان کی سیرت رسول اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک جزو ہے۔ یہ عام دنیا کی طرح صرف کتب تاریخ سے نہیں پہچانے جاتے ہیں، ان کا اسلام اور شریعت اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔

لیکن اس زمانے میں یورپ سے جو جدید اچھی بری چیزیں اسلامی ملکوں میں درآمد کر لی گئی ہیں ان میں ہر چیز کی تحقیق و تنقید بھی ہے۔ تحقیق و تنقید فی نفسہٖ کوئی بُری چیز نہیں، خود قرآن کریم نے اس کی طرف دعوت دی ہے وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا. (الفرقان: ۷۳) یعنی اللہ کے یہ صالح بندے اور نیک بندے آیات الٰہیہ پر اندھے بہروں کی طرح نہیں گر پڑتے کہ بے تحقیق جس طرح اور جو چاہیں عمل کرنے لگیں، بلکہ خوب سمجھ بوجھ کر بصیرت کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ لیکن اسلام نے ہر چیز ہر کام کے کچھ حدود مقرر کیے ہیں، ان کے دائرے

میں رہ کر جو کام کیا جائے وہ مقبول ومفید سمجھا جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ اس زمانے کے بہت سے اہلِ قلم بھی اس نئے طرزِ تنقید سے متاثر ہوگئے۔ بغیر کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بڑی بڑی شخصیتوں کو آزاد جرح وتنقید کا ہدف بنالینا، ایک محقق ہونے کی علامت سمجھی جانے لگی ہے۔ اسلافِ اُمّت اور ائمہ دین پر تو یہ مشقِ ستم بہت زمانے سے جاری تھی، اب بڑھتے بڑھتے صحابہ کرام تک بھی پہنچ گئی ہے۔ اپنے آپ کو اہلِ سنّت والجماعت کہنے والے بہت سے اہلِ قلم نے اپنی تحقیق اور علمی توانائی کا بہترین مصرف اسی کو قرار دے لیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم شخصیتوں پر جرح وتنقید کی مشق کی جاوے۔

بعض حضرات نے ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پورے بنو ہاشم کو ہدفِ تنقید بناڈالا اور دوسرے طبقے نے قلم اٹھایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں بلکہ پورے خاندان پر اسی طرح کی جرح وتنقید سے کام لیا اور اس میں صحابہ کرام کے ادب واحترام تو کیا اسلام کے عادلانہ اور حکیمانہ ضابطۂ تنقید کی بھی ساری حدود وقیود کو توڑ ڈالا۔ جس کے نتیجے میں نئی تعلیم پانے والے نوجوان جو علم دین اور آداب دین سے ناواقف، یورپ کی تہذیب کے دلدادہ ہیں، وہ ان دونوں سے متاثر ہوئے اور ان کے حلقوں میں صحابہ کرام پر زبان طعن دراز ہونے لگی۔ اور صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّت کے درمیانی واسطہ ہیں اُن کو دنیا کے عام سیاسی لیڈروں کی صف میں دکھایا جانے لگا، جو اقتدار کی جنگ کرتے ہیں اور اپنے اپنے اقتدار کے لیے قوموں کو گمراہ اور تباہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والے تو ایک گمراہ فرقہ کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، جن کی باتوں سے عام مسلمان متاثر نہیں ہوتے بلکہ نفرت کرتے ہیں۔ مگر اب یہ فتنہ خود اہلِ سنت والجماعت کہلانے والے مسلمانوں میں پھوٹ پڑا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدانخواستہ اگر مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے اعتماد کو کھو بیٹھے تو پھر نہ قرآن پر اعتماد رہتا ہے، نہ حدیث پر، نہ دینِ اسلام کے کسی اصول پر۔ اس کا نتیجہ کھلی توہین، فحاشی، عریانی، حرام خوری، قتل وغارت گری اور باہمی جنگ وجدال مسلمانوں میں طوفانی رفتار سے بڑھ رہا ہے اور دشمنانِ اسلام کی ہر جگہ مسلمان پر یلغار ہے۔ اس وقت میں ان محققین، ناقدین نے گڑے مردے اکھاڑنے اور سوئے ہوئے فتنے بیدار کرنے کو اسلام کی بڑی خدمت کیوں سمجھا، اس بحث کو چھوڑ کر میں اس چیز کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جو ان حضرات کے لیے مغالطہ کا سبب بنی۔ اور پھر ان کے عمل سے دوسرے لوگوں کے لیے، بہت سے دینی مسائل میں مغالطوں کا ذریعہ بن گئی۔

بات یہ ہے کہ ان حضرات نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیتوں کو بھی عام رِجالِ اُمّت کی طرح صرف تاریخی روایات کے آئینہ میں دیکھا اور تاریخ کی صحیح وسقیم روایات کے مجموعہ سے وہ جس نتیجہ پر پہنچے، وہ مقام ان مقدس شخصیتوں کے لیے تجویز کرلیا اور ان کے اعمال وافعال کو اسی دائرے میں رکھ کر پرکھا۔ قرآن وسنت کی نصوص اور امّت کے اجماعی عقیدہ نے جو امتیاز صحابہ کرام کی ذات وشخصیات کو عطا کیا ہے وہ نظر انداز کردیا گیا۔ وہ امتیازی خصوصیت

حضرات صحابہ کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان سب کے بارے میں ''رضی اللہ عنہم'' اوران کا مقام جنت ہونے کا اعلان کر دیا اور جمہورِ اُمّت نے ان کی ذات وشخصیات کو اپنی جرح وتنقید سے بالاتر قرار دیا۔

جن حضرات نے مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم (یعنی صحابہ کرام کے باہمی اختلافات) کے معاملے کو تاریخی روایات سے چکانے اور انھیں کی بنیاد پر اُن کے فیصلے صادر کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، ان کو مغالطہ یہیں سے لگا ہے کہ یہ تاریخی روایات جن کتابوں سے لی گئی ہیں ان کے مصنفین بڑے ثقہ علماء اور حدیث وتفسیر کے امام مانے گئے ہیں۔ اس پر غور نہیں کیا کہ وہ اس کتاب میں عقائد اور اعمال شرعیہ کی بحث لے کر نہیں بیٹھے بلکہ فن تاریخ کی کتاب لکھ رہے ہیں، جس میں صحیح وسقیم ہر طرح کی روایات بلا تنقید جمع کر دینے پر ہی اکتفا کرنے کا معمول، معلوم ومعروف ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان سے عقیدہ یا عمل کا مسئلہ ثابت کرنا چاہے تو روایت اور راوی کی محدثانہ تنقید وتحقیق اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ وہ ائمہ فن اس سے بری ہیں۔ علماء محققین نے اس کو پوری طرح واضح کر دیا کہ عقائد واعمال شرعیہ کے معاملے میں تاریخی روایات جو عموماً صحیح وسقیم، معتبر وغیر معتبر کا مخلوط مجموعہ ہوتی ہیں، ان کو نہ کسی مسئلہ کی سند میں پیش کیا جا سکتا ہے نہ بلا تحقیق محدثانہ، ان سے استدلال کر کے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ کا مسئلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ ہے یا احکام شرعیہ کا ایک اہم باب۔ پوری اُمّت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی معرفت، ان کے درجات اور ان میں پیش آنے والے باہمی اختلافات کا فیصلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ معرفت صحابہ تو علم حدیث کا اہم جز ہے اور صحابہ کے مقام اور باہمی تفاضل ودرجات ان کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے فیصلے کو علمائے اُمّت نے عقیدے کا مسئلہ قرار دیا ہے۔

اب تک (سابقہ تحریر میں) اتنی بات واضح ہو چکی ہے کہ صحابہ کرام جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ اُمّت کے عام افراد ورجال کی طرح نہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام اُمّت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام وامتیاز ان کو قرآن وسنت کی نصوص وتصریحات کا عطا کیا ہوا ہے اور اسی لیے اس پر اُمّت کا اجماع ہے۔ اس کو تاریخ کی صحیح وسقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو تو وہ بھی قرآن وسنت کی نصوص صریحہ اور اجماع اُمّت کے مقابلہ میں متروک ہو گی۔ تاریخی روایات کا تو کہنا ہی کیا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

(۱) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح)

ترجمہ: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں تیز ہیں

اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہیں، ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔''

عام مفسرین اور امام قرطبی وغیرہ نے فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ عام ہے، اس میں تمام صحابہ کرام کی پوری جماعت داخل ہے اور اس میں تمام صحابہ کرام کی تعدیل ان کا تزکیہ اور ان پر مدح وثناء خود مالکِ کائنات کی طرف سے آئی ہے۔

ابوعروہ زبیری کہتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت امام مالک کی مجلس میں تھے، لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا جو بعض صحابہ کرام کو برا کہتا تھا۔ امام مالک نے یہ آیت لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ تک تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کسی کے متعلق غیظ ہو، وہ اس آیت کی زد میں ہے۔ یعنی اس کا ایمان خطرہ میں ہے کیونکہ آیت میں کسی صحابی سے غیظ کفار کی علامت قرار دی گئی ہے۔

(۲) سورۂ حشر میں حق تعالیٰ نے عہد رسالت کے تمام موجود اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کا تین طبقے کر کے ذکر کیا ہے۔

پہلا مہاجرین کا۔ جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا:

اُولٰئِکَ ھُمُ الصَّادِقُوْنَ یعنی یہی لوگ سچے ہیں۔

دوسرا انصار کا۔ جن کی صفات وفضائل ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم نے فرمایا:

اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو مہاجرین اور انصار کے بعد قیامت تک آنے والا ہے، ان کے بارے میں فرمایا:

وَالَّذِیْنَ جَآؤُا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا۔ (الحشر)

''اور وہ لوگ جو بعد میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں سے کوئی بغض نہ کرنا۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مہاجرین وانصار صحابہ کے لیے استغفار کرنے کا حکم سب مسلمانوں کو دیا ہے اور یہ حکم اس حال میں دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم تھا کہ ان کے باہم جنگ ومقاتلہ بھی ہوگا، علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے بعد اسلام میں اس شخص کا کوئی مقام نہیں جو صحابہ کرام سے محبت نہ رکھے اور ان کے لیے دعا نہ کرے۔

(۳) وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَ کَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ

اُولٰئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ نِعْمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ. (الحجرات)

ترجمہ: ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب کر دیا اور اس کو تمھارے دلوں میں مزین بنا دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی کو تمھارے لیے مکروہ بنا دیا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل اور نعمت سے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں بلا استثناء تمام صحابہ کرام کے لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسق اور گناہوں کی نفرت ڈال دی ہے۔ اس جگہ فضائل صحابہ کی سب آیات پیش نظر نہیں بلکہ ایک دو آیات کو ذکر کر کے ان کے مقام اور مرتبہ، ان کا مقبول عنداللہ ہونا، اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہونا اور ابدی جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا ثابت کرنا ہے۔

اسی طرح جن احادیث نبویہ میں جماعت صحابہ کے فضائل وخصوصیات کا ذکر ہے وہ چند روایات لکھی جاتی ہیں۔

(۱) صحیحین اور ابوداؤد، ترمذی میں حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نِصْفَ.

ترجمہ: ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کی برابر بھی نہیں ہوسکتا۔'' (جمع الفوائد)

''مُد'' عرب کا ایک پیمانہ ہے جو وزن کے لحاظ سے آج کل کے مروج تقریباً ایک سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اس حدیث نے بتلایا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وصحبت وہ نعمت عظیمہ ہے جس کی برکت سے صحابی کا ایک عمل دوسرے کے مقابلے میں وہ نسبت رکھتا ہے کہ ان کا ایک سیر بلکہ آدھا سیر دوسرے کے پہاڑ برابر وزن سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، ان کے اعمال کو دوسروں کے اعمال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اس حدیث کے شروع میں جو یہ ارشاد ہے لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ یعنی میرے صحابہ پر سبّ نہ کرو۔ لفظ سبّ کا ترجمہ اردو میں عموماً گالی دینا کیا جاتا ہے، جو اس لفظ کا صحیح ترجمہ نہیں کیونکہ گالی کا لفظ اردو زبان میں فحش کلام کے لیے آتا ہے۔ حالانکہ لفظ سبّ عربی زبان میں اس سے زیادہ عام ہے، ہر اس کلام کو عربی میں سبّ کہا جاتا ہے جس سے کسی کی تنقیص، توہین یا دل آزاری ہوتی ہو۔ گالی کے لیے ٹھیٹ لفظ عربی میں شتم آتا ہے۔

(۲) ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ. (جمع الفوائد، ص:۴۹۱، ج:۲)

ترجمہ: ''جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو خدا کی لعنت ہے اس پر جو تم دونوں یعنی صحابہ اور تم سے بدتر ہیں۔''

ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے مقابلے میں بدتر وہی ہے جو ان کو برا کہنے والا ہے، اس حدیث میں صحابہ کو برا کہنے والا مستحق لعنت قرار دیا گیا ہے۔

مذکور الصدر آیات واحادیث میں صرف یہی نہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا اور ان کو رضوانِ الٰہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے بلکہ اُمّت کو ان کے ادب واحترام اور ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سے کسی کو بُرا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے۔

اُمّت محمدیہ علیٰ صٰحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کا ہمیشہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اسی اصول پر اجماع و اتفاق رہا ہے، جو اوپر کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت کیا گیا ہے۔

(۱)　امام احمدؒ کا اپنا ایک رسالہ اصطخری کی روایت سے منقول ہے، اس میں فرمایا:

لا یجوز لاحد ان یذکر شیئا من مساویھم و لا ان یطعن علی احد منھم بعیب و لا نقص فمن فعل ذٰلک وجب تأدیبه و قال المیمونی سمعت احمد یقول ما لھم و معاویه نسأل اللّٰه العافیة و قال لی یا ابا الحسن اذ ارأیت احداً یذکر اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بسوء فاتھمه علی الاسلام. (ذکرہ ابن تیمیہ فی الصارم المسلول)

ترجمہ:　کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ ان کی کوئی برائی ذکر کرے، اور ان پر کسی عیب یا نقص کا الزام لگائے جو شخص ایسا کرے، اس کی تادیب واجب ہے اور میمونیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حضرت معاویہ کی برائی کرتے ہیں، ہم اللہ سے عافیت کے طلب گار ہیں اور پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کا ذکر برائی کے ساتھ کر رہا ہے، اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو۔

(۲)　امام نوویؒ (شارح مسلم) نے اپنی کتاب ''تقریب'' میں فرمایا:

الصحابة کلم عدول من لا بس الفتن و غیرھم باجماع من یعتد به.

ترجمہ:　''صحابہ سب کے سب عدول ہیں، جو اختلافات کے فتنہ میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور دوسرے بھی۔''

(۳)　علامہ سیوطیؒ نے اسی ''تقریب'' کی شرح ''تدریب الراوی'' میں فرمایا:

''ان سب حضرات کا تعدیل وتنقید سے بالاتر ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ حضرات حاملانِ شریعت ہیں، اگر ان کی عدالت مشکوک ہو جائے تو شریعت محمدیہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک ہی محدود ہو کر رہ جائے۔''

(۴)　امام ابوزرعہؒ عراقی جو امام مسلمؒ کے اساتذہ میں سے ہیں، ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

اذا رأیت الرجل ینقص احدًا من اصحاب رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم فاعلم أنه

زنديق و ذٰلک ان القرآن حق والرسول حق و ما جاء به حق و ما أدّى ذٰلک الينا كل الا الصحابة فمن جرحهم انما أراد ابطال الكتاب والسنة فيكون الجرح به أليق والحكم عليه بالزندقة والضلال أقوم وأحق. (عقیدہ سفارینی، ج:۲،ص:۳۸۹)

ترجمہ: ''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی بھی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول حق ہیں، جو تعلیمات آپ لے کر آئے وہ حق ہیں اور یہ سب چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہ کے سوا کوئی نہیں، تو جو شخص ان کو مجروح کرتا ہے، وہ کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا خود اس کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے اور اس پر گمراہی اور زندقہ کا حکم لگانا زیادہ قرینِ حق ہے۔''

(۵) اما قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کی جلد:۱۶ ص:۳۲۲ پر سورۂ حجرات کی آیت ''وَ اِنَ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا کے تحت مشاجرات صحابہ (یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان جو بعض انتظامی امور پر اختلافات پیش آئے اور جنگوں کی شکل اختیار کر گئے) سلف الصالحین کے اقوال کے ساتھ بہترین تحقیق فرمائی ہے، جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:

''یہ جائز نہیں ہے کہ کسی بھی صحابی کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے۔ اس لیے کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے طرزِ عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور سب کا مقصد اللہ کی خوشنودی تھی۔ یہ سب حضرات ہمارے پیشوا ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات سے کفِ لسان کریں اور ان کا ذکر بہترین طریقے پر کریں۔ کیونکہ صحابیت بڑی حرمت کی چیز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور خبر دی ہے کہ اللہ نے انھیں معاف کر رکھا ہے اور ان سے راضی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد سندوں سے یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''اِنَّ طَلْحَةَ شَهِيْدٌ يَّمْشِىْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ''

یعنی طلحہ زمین پر چلنے والے شہید ہیں۔

(جاری ہے)

قارئین متوجہ ہوں!

سالانہ چندہ ختم ہونے اور مدّتِ خریداری کی اطلاع قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتے کے اوپر درج کردی گئی ہے۔ جن قارئین کا زرِ تعاون جنوری 2015 میں ختم ہو چکا ہے انھیں فروری 2015 کا شمارہ ارسال کیا جا رہا ہے۔ براہِ کرم سالانہ زرِ تعاون -/200 روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ یہ رقم بذریعہ منی آرڈر -/200 روپے یا درج ذیل موبائل نمبر 0300-6326621 پر -/270 روپے ایزی لوڈ کے ذریعے بھی بھیجی جا سکتی ہے۔ (سرکولیشن منیجر)

''نقیبِ ختم نبوت'' کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی　　　　　　قسط اول

صحابیت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی ایک انتہائی مظلوم شخصیت ہیں جسے قبل از ولادت ہی ہدفِ تنقید بنا دیا گیا اور اس سلسلہ میں باقاعدہ ''احادیث'' بھی وضع کر لی گئیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ **ولکن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لعن أبا مروان و مروان فی صلبہ.**

۲۔ **لعن اللّٰہ الحکم و ما ولد.** (مستدرک للحاکم، جلد:۴، ص:۴۸۱)

۳۔ **ألست ابن اللعین الّذی لعنہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم.** (فتح الباری، جلد:۸، ص:۵۷۷)

۴۔ بقول ناقدین ومعاندین سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو ولادت کے بعد جب ''دعا'' اور ''تبریک'' کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الوزغ ابن الوزغ، الملعون ابن الملعون. (مستدرک للحاکم، جلد:۴، ص:۴۷۹۔ کتاب الفتن والملاحم)

اس کے باوجود جب معاندین کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو ان کے پورے قبیلے بنواُمیّہ کو ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبغوض قبیلہ قرار دے دیا:

۵۔ **کان أبغض الاحیاء الٰی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بنو امیّۃ و حنیفۃ و بنو ثقیف.**

(حوالہ مذکور، ص:۴۸۱)

پھر جب سات سال کی عمر کو پہنچے تو بلا کسی ''قصور'' سات سالہ بچے کو مدینہ منوّرہ سے طائف کی طرف جلاوطنی کی سزا سنا دی گئی جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک جاری رہی۔

بعد ازاں ان پر امورِ خلافت میں مداخلت، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے مشکلات پیدا کرنے، معاملات کو بگاڑنے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین باہمی تعلقات خراب کرنے، مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم میں دھمکی آمیز تقریر کرنے، گورنر مصر کے نام خط لکھنے، قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کا باعث بننے، جنگ جمل میں پہل کرنے، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرنے، خطبہ کو نمازِ عید سے مقدم کرنے، نواصب کا سرغنہ ہونے، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تدفین میں رکاوٹ ڈالنے جیسے الزامات عائد کرنے کے علاوہ واقعہ حرّہ میں ایک ہزار دو شیزاؤں کی عصمت دری سمیت تمام مظالم میں برابر کا شریک بھی قرار دے دیا گیا۔ حتٰی کہ مرتے وقت بھی ان پر یہ الزام

عائد کر دیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس طرح سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بلاشبہ دنیا کے پہلے مظلوم ترین فرد بن گئے ہیں جو نہ صرف قبل از ولادت تا وفات ہدفِ تنقید بنے رہے بلکہ آج تک اغیار کی ''ہاں میں ہاں'' ملاتے ہوئے بعض علماءِ اہلِ سنت بھی ان پر یلغار جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان امور کی بنا پر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر صدیوں کے پڑے ہوئے دبیز پردوں کو ہٹانا اور قارئین کو اصل حقائق سے آگاہ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی اور داماد امیر المؤمنین سیدنا مروان رضی اللہ عنہ قبیلہ قریش کی ایک ممتاز شاخ ''بنواُمیّہ'' کے رئیس سیدنا الحکم رضی اللہ عنہ (بن ابی العاص بن اُمیّہ بن عبدشمس بن عبدمناف) کے ہاں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی اُمّ عثمان آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن اُمیّہ بن عبدشمس بن عبدمناف ہے۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت کے متعلق تاریخ میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

قدیم مؤرخ علامہ محمد بن سعد (م: ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

قالوا: قبض رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و مروان بن الحکم ابن ثمان سنین.

(طبقات ابن سعد، جلد: ۵، ص: ۳۶)

ترجمہ: مؤرخین کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت مروان رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ برس تھی۔

حافظ ابن عبدالبر اندلسی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

ولد علی عھد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سنۃ اثنتین من الھجرۃ...... و مات فی صدر رمضان سنۃ خمس و ستین وھو ابن ثلاث و ستین و قیل ابن ثمانیۃ و ستین و قیل ابن اربع و ستین.

(الاستیعاب مع الاصابہ، الجزء الثالث، ص: ۴۲۵۔ ۴۲۸)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے......اور ۶۵ھ میں رمضان کے آغاز میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی اور کہا گیا ہے کہ ۶۸ سال عمر تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۶۴ سال تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

یقال ولد بعد الھجرۃ بسنتین و قیل بأربع و قال ابن شاھین مات النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وھو ابن ثمان سنین فیکون مولدہ بعد الھجرۃ بسنتین...... و قال ابن طاھر ولد ھو والمسور بن مخرمہ بعد الھجرۃ بسنتین لا خلاف فی ذالک کذا قال وھو مردود والخلاف ثابت.

(الاصابہ، الجزء الثالث، ص: ۴۷۷)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چار سال بعد۔ ابن

شاہین نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ان کی عمر آٹھ سال تھی تو اس اعتبار سے ان کی ولادت کا تعین ہجرت کے دوسال بعد ہی ہوتا ہے۔ اور ابن طاہر نے کہا ہے کہ سیدنا مروان اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما دونوں ہجرت کے دوسال بعد پیدا ہوئے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ قول مردود ہے اور اس کا ''خلاف'' ثابت ہے۔

حافظ صاحب نے یہاں اس ''ثابت شدہ خلاف'' کی وضاحت تو نہیں فرمائی لیکن اس سے ان کا مقصود یہی ہے کہ ابن شاہین، ابن طاہر اور دیگر مؤرخین و ارباب سِیَر جو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت کے دوسال بعد قرار دے رہے ہیں وہ قول غلط اور مردود ہے، کیونکہ ان کی ولادت ہجرت کے ایک سال بعد بلکہ ہجرت سے کئی سال پہلے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ موصوف اسی بحث میں آگے چل کر بعض حضرات کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

انّه كان له عند الوفات النبوية ست سنين أو ثمان أو اكثر. (الاصابہ، الجزء الثالث، ص:۴۷۸)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت چھے سال یا آٹھ سال یا اس سے بھی زیادہ تھی۔

حافظ صاحب نے اس بحث میں جس ''ثابت شدہ خلاف'' کا ذکر کیا ہے وہ ''اَوا کثر'' کے الفاظ سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سے زیادہ تھی۔ اس بات کی تائید حافظ ابن عبدالبر کے قول سے بھی ہوتی ہے جس میں انھوں نے وفات نبی کے وقت ان کی عمر ۶۸ بتائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے طبقے میں شمار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص:۱۸۹)

امام ذہبیؒ (م:۷۴۸ھ) کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

مولده بمكّة وهو اصغر ابن الزبير بأربعة أشهر. (سِیَر اعلام النبلاء، الجزء الثالث، ص:۴۷۶)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور وہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے چار ماہ چھوٹے ہیں۔

علامہ کمال الدین الدمیری (۸۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

''مروان رضی اللہ عنہ کی وفات ۶۵ھ میں ہوئی...... دس ماہ خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ ان کی عمر ۸۳ سال کی ہوئی۔ (حیات الحیوٰن اردو، ص:۲۱۰-۲۱۱ تحت ''خلافت مروان بن الحکمؓ)

علامہ دمیری کے مذکورہ قول سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت سے بھی اٹھارہ سال قبل ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح ان کی عمر اسلام قبول کرنے کے وقت ۲۶ سال اور وفاتِ نبوی کے وقت ۲۸ سال بنتی ہے۔ اس عمر کی تائید امام بخاریؒ کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: **مات مروان سنة ثلاث و ستين وهو ابن احدى و ثمانين.**
(التاریخ الصغیر، الجزء الاوّل، ص:۱۵۰، طبع دار المعرفۃ بیروت)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ۶۳ھ میں فوت ہوئے اور اس وقت ان کی عمر ۸۱ سال تھی۔

امام بخاریؒ کا یہ قول کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ھ میں بوقت وفات ۸۱ سال تھی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سن وفات ۶۳ھ سہوِ کتابت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ تمام اربابِ سِیَر اور مؤرخین کے نزدیک وہ ۶۳ھ میں نہیں بلکہ ۶۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔ البتہ اس سے اتنی بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ ۶۵ھ میں ان کی عمر ۸۱ سال اور وفات نبوی کے وقت ۲۶ سال تھی۔

علامہ ابن حسن دیار بکری (م: ۹۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

مات بدمشق سنة خمس و ستين وهو ابن ثلاث و سبعين. (تاریخ خمیس، جلد: ۲، ص: ۳۰۸)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ۶۵ھ میں وفات پائی اور اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔

اس حساب سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت سے بھی آٹھ سال پہلے ثابت ہوتی ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ:

پھر درماندہ و مضمحل ہو کر یہ ۷۰ سالہ امیر ۲۷/ رمضان ۶۵ھ / ۷/ مئی ۶۸۵ء کو دمشق میں فوت ہو گیا...... ہمیں اس کی عمر بھی یقینی طور پر معلوم نہیں۔ روایت میں اکسٹھ و اکیاسی سال کے انتہائی اندازوں سے اس کا تناقض ظاہر ہے۔ بعض اوقات مروانؓ کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ ۶۳ سال کی عمر پا کر فوت ہوا۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس کی پیدائش کا سال پھر ۲ھ قرار پا جاتا ہے۔ بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ تخت نشینی کے وقت وہ بوڑھا (شیخ کبیر) تھا اور اس کا مقابلہ ایک ”کہل“، یعنی درمیانی عمر کے آدمی ابن الزبیرؓ سے بیان کیا جاتا ہے حالانکہ وہ اس وقت ساٹھ برس کے لگ بھگ تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں حریفوں کی عمر میں معتد بہ فرق ہوگا۔ اس لیے ہماری رائے میں مروانؓ کی عمر ستر برس سے زیادہ ہوگی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد: ۲۰، ص: ۴۷۶۔ ۴۷۷)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے مدینہ منوّرہ سے سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر سات، آٹھ برس بتائی ہے۔ (ملاحظہ ہو: خلافت وملوکیت، ص: ۱۱۰)

اگر جلاوطنی کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر سات، آٹھ برس تھی تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وفات نبوی کے وقت مولانا مودودی صاحب کے نزدیک بھی ان کی عمر نو یا دس برس تھی۔

شیعہ مصنف محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی لکھتے ہیں کہ:

مروان بن الحکم بن ابی العاص...... ایں پسر عمّ عثمان بن عفان بن ابی العاص بود، وزیر و دبیر و کاتبِ عثمان بود و مادرِ مروان آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن اُمیّہ است و مروان دوم ہجری متولد شد۔

(منتخب التواریخ، باب: سوم در ذکر بعض از منافقین کہ عداوت داشتند با حضرت امیر)

ترجمہ: مروان بن حکم بن ابی العاص...... جو عثمان بن عفان کے چچا ابن ابی العاص کا بیٹا تھا اور آپ کا وزیر، منشی اور

کاتب تھا اور مروان کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن اُمیّہ تھی۔ مروان دو ہجری میں پیدا ہوا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفکر اسلام اور محقق اہلِ سنّت علاّمہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی ایک تحقیق انیق (جو ثقہ علماء و مؤرخین کے منقولہ بالا اقوال کے بالکل برعکس اور متضاد ہے) بھی نذرِ قارئین کر دی جائے۔ ملاحظہ فرمائیں:

یہ غلط ہے کہ مروان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے سزا کے طور پر نکالا تھا۔ مروان کی تو عمر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے وقت بمشکل ایک سال کی تھی بلکہ بعض کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا۔ (عبقات، ص:۲۴۳)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر کے متعلق آٹھ سال، دس سال، سولہ سال اور چھبیس سال کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے آٹھ سال کے قول پر اکثر سنی و شعیہ مؤرخین اور دیگر ناقدین و معاندین کا اتفاق پایا جاتا ہے لہٰذا ولادت ''ہجرت کے دو سال بعد'' والے قول کی رو سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال ثابت ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ) صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وأصح ما وقفت علیه من ذلک أنّ الصحابی من لقی النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم مؤمنا به و مات علی الاسلام و أطلق جماعة أن من رأی النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم فهو صحابی و هو محمول علی من بلغ سن التمییز اذ من لم یمیز لا تصح نسبة الرؤیة الیه نعم یصدق أن النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم راٰه فیکون صحابیا من هٰذه الحیثیة و من حیث الروایة یکون تابعیا.

(الاصابہ، الجزء الاوّل، ص:۷، تحت الفصل الاوّل فی تعریف الصحابی)

ترجمہ: صحابی وہ ہے جس نے بحالتِ ایمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اس کی موت بھی واقع ہوئی ہو اور (علماء کی) ایک جماعت نے مطلقاً کہا ہے کہ جس نے بھی (حالتِ ایمان میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو وہ صحابی ہے اور یہ اس بات پر محمول ہے کہ وہ اس وقت سن تمیز و شعور کو پہنچا ہو۔ اور اگر وہ سنِ تمیز کو نہیں پہنچا تو اس کی طرف ''رؤیت'' کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

البتہ یہ بات صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا ہوگا۔ پس وہ اس حیثیت سے صحابی ہوگا جب کہ روایت کرنے کے اعتبار سے وہ تابعی ہوگا۔

علاّمہ عبدالعزیز فرہاروی (م:۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں کہ: **من صحب النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم ولو ساعة من الایمان و مات مؤمناً.** (النبراس شرح لشرح العقائد، ص:۵۴۶)

جس شخص نے حالت ایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہو تو وہ صحابی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''صحابی'' کی مذکورہ تعریف ہی کو سب سے زیادہ جامع اور صحیح قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے دیگر شرائط کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً: اس نے طویل عرصہ (کم ازکم ایک سال) تک شرفِ صحبت حاصل کیا ہو، یا حدیث کی روایت کی ہو یا کسی غزوہ میں شرکت کی ہو یا حالتِ شعور یا حالتِ بلوغ میں ملاقات کی ہو۔

محمود احمد عباسی صاحب نے اس (یعنی حالت بلوغ) کے پیشِ نظر سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کی نفی کرتے ہوئے انھیں تابعین میں شمار کیا ہے اور اپنے مؤقف کی تائید میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول پیش کیا ہے کہ:

وقد روی صالح بن احمد بن حنبل عن أبيه أنه قال في الحسن ابن عليّ أنه تابعي ثقة

(البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۱۵۰)

ترجمہ: اور صالح بن احمد بن حنبل نے اپنے والد امام احمد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا کہ وہ ثقہ تابعی تھے۔

اس قول سے عباسی صاحب نے یہ قیاس کیا ہے کہ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی امام احمد بن حنبل کے نزدیک صحابی نہ ہوئے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بطریق اولی تابعی ٹھہریں گے کیونکہ وہ عمر میں ان سے بھی ایک سال چھوٹے تھے۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب عباسی صاحب کے اس ''قیاس'' کی پرزور تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت بلکہ اُمّ الفضائل صحابیت تھی۔ سو عباسی صاحب نے اس کی نفی کا ابہام کر کے دلوں میں اسے مشکوک اور مشتبہ بنا دینا چاہا ہے اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ ان کے صحابی ہونے کی نفی کا تصور ذہنوں میں بٹھلا دینے کی نامحمود سعی کی ہے...... عباسی صاحب نے ایک تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی نفی کے لیے صغرسنی کی حجت پیش کی ہے جو اُن کے نزدیک صحابیت میں مانع ہے......

حالانکہ جہاں تک صحابیت میں کم سنی کے مانع ہونے کا تعلق ہے، اربابِ فن کے یہاں وہ کوئی قابلِ التفات و توجہ بات نہیں۔ عامّہ محدثین کے یہاں صحابی وہ ہے جسے ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لقاء وصحبت میسر آجائے خواہ وہ کسی بھی عمر میں ہو۔ بعض علماء نے صحبت نبوی کے ساتھ بلوغ کی قید لگائی تھی تو محدثین نے اسے رد کر دیا ہے......

(عباسی صاحب کے نزدیک وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ سال تھی جب کہ حضرت قاری صاحب کے نزدیک سات سال)

لیکن اگر وفات نبوی کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پانچ ہی سال کی عمر پر زور دیا جائے جو عباسی صاحب کا منصوبہ ہے تو قطع نظر محدثین اور اربابِ فن کی تصریحات کے جس کی رو سے اس (یعنی پانچ سال کی) عمر سے بھی ان کی صحابیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تاریخی واقعات کی رو سے بھی یہ عمر ایسی بے مایہ نہیں مانی جاتی کہ اسے یہ کہہ کر کہ وہ

سن تمیز کی عمر نہیں ہوتی ''لا یعباء بہ '' بنا دیا جائے...... بہر حال قرآن، حدیث، جمہور ائمہ حدیث امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، امام ذہبی، حافظ ابن عبدالبر، حافظ ابن حجر، حافظ ابن کثیر یعنی محدثین، فقہاء اور متکلمین وغیرہ سب اس پر متفق اللسان ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ پانچ سالہ بھی ہوں تب بھی صحابی ہیں جن کی صحابیت میں یہ صغر سنی حائل یا حارج نہیں......

اب اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور بلاشبہ صحابی ہیں، صاحبِ روایت صحابی ہیں اور اہل بیت صحابی ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے تو بلاشبہ وہ تمام آثار ولوازم صحابیت اور وہ تمام حقوق ان کے لیے ماننے پڑیں گے جو کتاب و سنت نے مقام صحابیت کے لیے ثابت کیے ہیں اور ہمیں تاریخی طور پر نہیں بلکہ بطورِ عقیدہ کے اس پر ایمان لانا پڑے گا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بوجہ صحابی ہونے کے متقن، عدول، پاک باطن، صاف ظاہر، محبت جاہ و مال سے بری، ہوسِ مال واقتدار سے بالاتر اور تمام ان رذائل نفس سے پاک تھے جو اُن مقدسین سے بنص کتاب وسنت دھو دیے گئے تھے۔

(شہیدِ کربلا اور یزید، ص:۲۴۔۶۷، مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ۱۹۷۶ء)

حضرت قاری صاحبؒ نے تو بجا طور پر پانچ سال کی عمر کو ''سن تمیز وشعور'' قرار دیتے ہوئے نہ صرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت فرمائی ہے بلکہ اس عمر کے دیگر حضرات کو بھی اس شرف سے مشرف فرمایا ہے لیکن بانی تحریک خدّام اہل سنّت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ نے تو سن تمیز کی پانچ سالہ عمر میں مزید رعایت دیتے ہوئے صرف تین ماہ کے بچہ پر بھی ''صحابی'' کا اطلاق کر دیا، چنانچہ موصوف محمد بن ابی بکر کی قتلِ عثمانؓ سے ''برأت'' کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''تو روایتاً و درایتاً دونوں طرح یہی بات صحیح ہے کہ حضرت محمد بن ابی بکر نے داڑھی چھوڑ دی اور وہاں سے نکل گئے۔ بعد میں دوسرے باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ محمد بن ابی بکر کا وہاں سے چلا جانا ان کی توبہ کی دلیل ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو کسی صحابی نے قتل نہیں کیا......''

حضرت محمد بن ابی بکر پر رحمت للعالمین کی نظرِ رحمت تو پڑی ہو گی اگرچہ کسی کتاب میں اس کی تصریح نہیں دیکھی۔ صحابہ کی جو متفق علیہ تعریف ہے اس میں وہ شامل نہیں ہوتے۔ تبرکاً ان کو صحابہ کرام میں شمار کیا جائے گا......

جناب محمد بن ابی بکر نے بھی اگر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے تو اس خط کی بنا پر جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر لگا کر ان کے قتل کرنے کے لیے گورنر مصر کو بھیجا گیا تھا۔ اس کے باوجود یہ ان کی خوش نصیبی ہے کہ وہ حضرت ذوالنورین کے توجہ دلانے پر نادم ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ لہٰذا ان پر کوئی الزام اس بارے میں باقی نہیں رہتا۔

(ماہنامہ حق چاریار، مارچ۔ اپریل ۲۰۰۵ء۔ قائد اہل سنت نمبر، اشاعت خاص، ص:۳۸۴۔۳۸۵)

علّامہ ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ) زیرِ عنوان ''القسم الثانی'' لکھتے ہیں کہ:

''ان صحابہ کرام کے بارے میں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے وقت صغیر السن بچے تھے اور ان میں مرد و عورتیں (مذکر و مؤنث) دونوں شامل تھے اور اس وقت وہ سنِ تمیز کو نہ پہنچے تھے۔ انھیں صحابہ میں شامل کرنا غلبۂ ظن کی بنا پر بطورِ الحاق کے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا ہوگا۔ کیونکہ بچوں کی پیدائش پر صحابہ کرام انھیں ''تحنیک'' کے لیے نام رکھنے اور برکت حاصل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ اس سلسلے کی روایات بہت ہیں اور مشہور ہیں۔''

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ص: ۵، تحت خطبۃ الکتاب، القسم الثانی)

اس کے برعکس حافظ ابن عبدالبر نے تو حضرت احنف بن قیس کو محض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پانے کی وجہ سے صحابی تسلیم کرلیا ہے حالانکہ انھوں نے نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا ہے:

''قد أدرک النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و لم یرہ و دعا لہ النبیّ علیہ الصلوٰۃ و السلام فمن ھناک. ذکرناہ فی الصحابۃ لأنہ أسلم علیٰ عھد النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم.''

(الاستیعاب مع الاصابہ۔ الجزء الاوّل، ص: ۱۲۶۔ تحت احنف بن قیس)

ان تمہیدی گزارشات کے بعد اب اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ کیا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر بھی لفظ ''صحابی'' کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟

پیچھے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت کے سلسلے میں یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ انھوں نے ۶۵ھ میں ۷۰، ۷۳ یا ۸۱ سال کی عمر وفات پائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ان کی عمر ۱۸، ۲۵، ۲۷ سال تھی جبکہ اکثر اربابِ سِیَر و مؤرخین کے نزدیک اس وقت ان کی عمر ۸، ۹، (یا ۱۰ سال، منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص: ۱۹۷) سال تھی۔ جب سے انھیں ''صحابی کی معرفت'' کے ایک اصول کے تحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاصرت حاصل ہوگئی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے سیدنا مروان کو سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب حضرات عمر میں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے بڑے تھے اور یہ عمر ''تمیز وشعور'' کی سمجھی جاتی ہے بلکہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے تو چار یا پانچ سال کی عمر کو بھی سن ''تمیز وشعور'' ہی قرار دیا ہے۔

جہاں تک سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر صحابی کی ''تعریف'' کے اطلاق کا تعلق ہے تو حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے حالات صحابہ کے ضمن میں ذکر کرکے ان کی صحابیت پر مہرِ تصدیق ثبت کردی ہے۔ بلاشبہ ان کا شمار صغار صحابہ کے اس طبقہ میں ہوتا ہے جن میں حضرات عبداللہ بن زبیر، حسن، حسین، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا حکم رضی اللہ عنہ رمضان المبارک ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ

اسلام ہوئے۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سنِ تمیز وشعور کو پہنچے ہوئے تھے۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہونے کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مقرب تھے۔ پھر اس موقع پر تقریباً دو ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل قیام بھی مکہ کے قرب وجوار میں رہا لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کے ہمراہ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے ہوں یا انہیں اس تمام عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت حاصل نہ ہوئی ہو۔

جن مؤرخین وارباب سِیَر اور علماء کرام کے نزدیک سیدنا حَکَم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی مدینہ منوّرہ سے ''ثابت'' ہے تو انھوں نے اس موقع پر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا ہے جس سے ان کی جلاوطنی ثابت ہو یا نہ ہو البتہ ان کی رؤیت تو ضرور ثابت ہو جاتی ہے۔

جن حضرات کے نزدیک ''جلاوطنی'' کا قصہ موضوع اور من گھڑت ہے تو اس صورت میں بھی ان کی رؤیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہوئے اپنے بچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے رہے تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ اس طویل قیام کے دوران میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہے ہوں؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

و مروان من أقر ان ابن الزبير فهو قد أدرك حياة النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم و يمكن انه راٰه عام فتح مكة أو عام حجة الوداع...... وأيضاً فقد يكون أبوه حج مع النّاس فراٰه فی حجة الوداع ولعلّه قدم الى المدينة فلا يمكن الجزم بنفى رؤيته للنبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم.

(منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص:۱۸۹۔ طبع بیروت)

ترجمہ: ''سیدنا مروان رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے طبقے میں سے ہیں۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ انھیں فتح مکہ کے سال یا حجۃ الوداع کے سال شرفِ رؤیت حاصل ہوا ہو۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا حَکَم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا تھا تو اس موقع پر انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔ اور شاید اس دوران (عہد نبوی) میں وہ مدینہ طیبہ بھی گئے ہوں۔ پس یقین کے ساتھ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت کی نفی نہیں کی جاسکتی۔''

علاوہ ازیں صحیح بخاری میں اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو بنی عبدالمطلب کے بچوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا جن میں سے ایک بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ آگے سوار کر لیا اور ایک کو پیچھے۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب المناسک، باب: استقبال الحاج القادمین۔

ظاہر ہے کہ دیگر قبائل کے بچے بھی استقبال میں شریک تھے تو اس موقع پر بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی کس طرح پیچھے رہ سکتے تھے؟

امام شمس الدین ذہبی (م:۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

و قیل له رؤیة و ذلک محتمل (سیر اعلام النبلاء، الجزء الثالث، ص:۴۷۶)

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے لیے احتمالاً رؤیت ثابت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ''روایت'' کے اعتبار سے ''کبار التابعین'' کے عنوان کے تحت پہلے نمبر پر ذکر کیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت سے تو انکار ممکن ہی نہیں ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت یا سماع ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے ''رؤیت'' کا اقرار کیا ہے تو اس کے ساتھ ہی انھوں نے ''سماع'' کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی ابن ابی داؤد کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

و قد کان فی الفتح ممیزا أو فی حجة الوداع ولکن لا یدری أسمع من النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم شیئاً ام لا. (الاصابہ، الجزء الثالث، ص:۴۷۷۔ تحت مروان بن الحکمؓ)

ترجمہ: سیدنا مروان فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر ''سنِ تمیز'' کو پہنچے ہوئے تھے لیکن وہ (ابن ابی داؤد) نہیں جانتے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ خود بھی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ''رؤیت'' کے اقرار کے ساتھ ساتھ ''سماع عن النبی'' کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فلم یثبت له أزید من الرؤیة و أرسل عن النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم.

ترجمہ: پس ان کے لیے رؤیت سے زیادہ کچھ ثابت نہیں البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق ارسال کچھ روایات ثابت ہیں۔ (حوالۂ مذکور)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی (م:۱۲۳۹ھ) شارح بخاری علامہ قسطلانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

مروان ولد فی حیاة رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لم یسمع منه.

(الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ، ص:۴۵)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا نہیں۔

علاّمہ ابن حسن دیار بکری (م:۹۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

وکان مروان قد لحق النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم. (تاریخ خمیس، جلد:۲، ص:۳۰۶)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ:

اس نے بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد: ۲۰، ص: ۴۷۵)

علامہ ابن کثیر واضح طور پر لکھتے ہیں کہ:

هو صحابي عند طائفة كثيرة لأنه ولد في حياة النبيّ صلّى الله عليه وسلّم.

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کثیر جماعت کے نزدیک صحابی ہیں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پیدا ہوئے تھے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت کا شرف حاصل ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''سماع'' و ''روایت'' ثابت نہیں ہے لیکن اس ''عدم سماع'' کا ان کی صحابیت پر مطلقاً کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ لاتعداد صحابہ کرام ایسے ہیں جو عدم سماع کے باوجود جماعت صحابہ میں شامل ہیں۔

محدث جلیل، شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی (م: ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو رجال بخاری اور سننِ اربعہ کے رواۃ میں شمار کیا ہے اور صحابہ میں ان کا شمار قسم ثانی میں یعنی ان صحابہ میں کیا ہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر سماع ثابت نہیں۔ بہرحال ان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں ہے اگر صرف رؤیت کو صحابیت کے لیے کافی سمجھا جائے اور یہی جمہور کا قول ہے تو اب ان لوگوں کے اقوال پر التفات نہ کیا جائے گا جو ان میں کلام کرتے ہیں یعنی تنقید کرتے ہیں۔ (برأت عثمان، ص: ۳۸۔۳۹)

جمعیت علماءِ ہند کے ممتاز رہنما مولانا سید محمد میاں صاحب (م: ۱۳۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

ہمارے لیے تو مودودی صاحب کا یہ اندازِ تحریر بھی لرزہ خیز ہے۔ مروان رضی اللہ عنہ اور حَکَم رضی اللہ عنہ جیسے بھی ہوں ان کو یہ سعادت حاصل تھی کہ سید الانبیاء، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت حاصل ہوئی تھی۔ متاعِ ایمان بھی ان کے پاس تھا شرفِ مشافہت بھی حاصل ہوا تھا۔ دنیا بھر کے اربوں اور کھربوں انسانوں میں صرف ڈیڑھ یا دو لاکھ انسان ہیں جن کو متاعِ ایمان کے ساتھ سعادتِ زیارت اور شرفِ ہم کلامی حاصل ہوا۔ ان کی یہ سعادت باعثِ رشک اور موجبِ صد احترام ہے۔ یہ مودودی صاحب ہی کی جسارت ہے کہ ان کے متعلق وہ انداز اختیار کر رہے ہیں جیسے کسی بازاری شخص کے ساتھ جو مجرم اور ملزم بھی ہو۔'' (شواہدِ تقدّس اور تردید الزامات۔ ص: ۱۵۳)

مفکر اسلام مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ (م: ۱۴۱۶ھ) مودودی صاحب کی اس عبارت (کہ جب حَکَم کو خارج

البلد کیا گیا ہے تو مروان اس وقت سات، آٹھ برس کا تھا) پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی صحابیت سے انکار کی گنجائش مودودی صاحب کے لیے بھی نہیں رہی۔ اس لیے کہ اس عمر بلکہ اس سے کم عمر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت رتبۂ صحابیت تک پہنچا دینے کے لیے کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی کم عمری ہی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد ایسے حضرات ہیں جنھوں نے اس سے بھی کم عمر میں شرف زیارت حاصل کیا تھا۔ ان کا شمار بھی جمہور علماء اہل سنت نے صحابہ میں کیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ سمجھا جائے۔ (اظہارِ حقیقت بجواب خلافت وملوکیت، جلد اوّل، ص: ۲۶۴)

ممتاز سلفی عالم مولانا حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں کہ:

حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے کردار کو جس طرح آج کل مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے وہ انتہائی نامناسب حرکت ہے۔ مروان رضی اللہ عنہ صغار صحابہ کے اس زمرے میں شامل ہیں جس میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا شمار ہے۔ ان حضرات کی بعض کوتاہیوں کو بنیاد بنا کر سرے سے ان کے شرفِ صحابیت کا انکار کر دینا یا کم از کم ان کا وہ احترام ملحوظ نہ رکھنا جو تقاضائے صحابیت ہے، اہل سنّت کے مزاج وعقیدے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ کسی صحابی کا کبار صحابہ میں نہ ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ احترام صحابیت کے کم از کم درجے کا بھی مستحق نہ رہے۔ یہ اندازِ فکر عام ہو جائے تو اس طرح ان ہزاروں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس خاک میں مل جائے گی جن کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ یہ تینوں بھی مروان رضی اللہ عنہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت عہدِ طفولیت میں تھے۔

(خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت، ص: ۲۴۹)

سخت حیرت ہے کہ ہمارے علمائے کرام تین ماہ کے شیر خوار بچے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا تو ”تقاضائے صحابیت“ کے تحت احترام ملحوظ رکھ رہے ہیں لیکن ۹ یا ۱۰ سال کے باشعور لڑکے مروان رضی اللہ عنہ کو وہ مقام نہیں دے رہے۔ امام ابن تیمیہ دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اور نہ ہی محمد بن ابی بکر علم اور دین میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشہور ہیں بلکہ اہلِ صحاح نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی متعدد احادیث کی تخریج کی ہے اور انھیں اہلِ فتویٰ میں شمار کیا ہے۔ جب کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا اہل علم کے نزدیک یہ مقام ومرتبہ نہیں ہے اور نہ ہی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے سوائے چند ماہ کے جو ذی قعدہ سے ربیع الاوّل کے آغاز تک ہیں کیونکہ وہ حجۃ الوداع کے سال جب ذی قعدہ کے ختم ہونے میں پانچ دن باقی رہ گئے تھے ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے۔

(اس کے برعکس) سیدنا مروان، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے طبقے سے ہیں اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو باتفاق اہل علم سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بلوغت کو نہیں پہنچے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ان کی عمر دس سال یا اس کے لگ بھگ تھی۔ وہ ظاہراً و باطناً مسلمان تھے، قرآن پڑھتے تھے اور دین کا علم حاصل کرتے تھے۔

اور بلوائیوں کی طرف سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ یعنی ''فتنہ'' کے دور سے پہلے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر کسی طرح کا کوئی اتہام نہ تھا تو پھر ایسے شخص کو کاتب مقرر کرنے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا قصور ہے؟

باقی رہا دورِ فتنہ تو اس میں مبتلا ہونے سے تو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے افضل لوگ بھی نہ بچ سکے۔

(منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص: ۱۸۹۔۱۹۷)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ سیدنا مروان ری اللہ عنہ کا شمار بلاشبہ صغار صحابہ میں ہوتا ہے اور وہ احترام صحابیت کے مکمل طور پر مستحق ہیں بلکہ بقول حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ بتغیر یسیر (صرف نام کی حد تک):

قرآن و حدیث میں صحابہ کی جو خصوصیات اور مناقب وفضائل ثابت ہوئے ہیں وہ سب کے سب لامحالہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ثابت ہوں گے۔ اور وہ تمام آثار ولوازمِ صحابیت اور صحابہ کے وہ تمام حقوق جو کتاب وسنت نے اُمّت پر عائد کیے ہیں وہ سب کے سب ''حضرت مروان رضی اللہ عنہ'' کے لیے بھی ماننے پڑیں گے۔ ہمیں تاریخی طور پر نہیں بلکہ بطورِ عقیدہ کے اس پر ایمان لانا پڑے گا کہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ بوجہ صحابی ہونے کے متقن، عدول، پاک باطن، صاف ظاہر، حبِّ جاہ ومال سے بری، ہوسِ اقتدار سے بالاتر اور ان تمام رذائلِ نفس سے پاک تھے جو ان مقدّسین سے بنصّ کتاب وسنت دھودیے گئے تھے۔

علاوہ ازیں صحابہ کے خلاف اور مخالف اقدام کرنے والوں کا کتاب وسنت میں جو حکم ہے وہ بھی بلاشبہ مخالفین ''مروان رضی اللہ عنہ'' پر عائد ہونا ناگزیر ہوگا۔ (مستفاد از ''شہید کربلا اور یزید'' ص: ۵۲۔۷۶)

(جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکرواصلاحی بیان
26 فروری 2015ء
جمعرات بعد نمازِ مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر واصلاحی بیان ہوتا ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

پروفیسر خالد شبیر احمد قسط: ۴۴

ورق ورق زندگی

آغا شورش کاشمیری کے جنازے میں شرکت ۱۹۷۵:

کالج میں ٹی کلب بیٹھا تھا کہ آغا شورش کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر سنی۔ اخبارات میں ان کی بیماری اور بڑے بڑے شاعروں اور ادیبوں سے ان کی ملاقاتوں کا ان دنوں چرچا تھا۔ کہ کس طرح شورش بستر مرگ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے ترانے گا رہے تھے۔ عیادت کے لیے آنے والے ہر فرد کو گواہ بنا کر بار بار کہہ رہے تھے کہ:

''دیکھو میں مر رہا ہوں، میں موت سے نہیں ڈرتا، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بھی ہوں اور غلام بھی۔ میں عقیدۂ ختمِ نبوّت پر کامل ایمان رکھتا ہوں۔ میرے دامن میں ان کی عظمت اور ان کے مقام ختمِ نبوت کے تحفظ کے فریضہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں ایمان پر مر رہا ہوں۔''

میں سوچ رہا تھا کہ جس طرح اس شخص نے اپنی پوری زندگی بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ بسر کی اسی طرح موت کے وقت بھی موت سے مرعوب ہوئے بغیر اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کی پختگی کا اعلان کر رہا ہے اور آنے والوں کو گواہ بنا رہا ہے کہ میں ایمان پر مر رہا ہوں اور موت سے نہیں ڈرتا، کیونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

فقید المثال استقبال:

جب میں بس میں بیٹھا جنازے میں شرکت کے لے روانہ ہوا تو دفعتاً میرے دماغ میں آغا شورش کاشمیری کا وہ فقید المثال استقبال ایک فلم کی صورت میں چلنا شروع ہو گیا۔ جب اس نے صدر ایوب کے دور میں کراچی کے اندر پچاس روز کی بھوک ہڑتال کے بعد ایوبی جبر وتشدد کو شکست دے کر رہائی حاصل کی۔ جس کی تفصیلات ان کی کتاب ''موت سے واپسی'' میں موجود ہیں۔ ان دنوں میں بہاولپور میں ہی تھا کہ ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری صاحب نے مجھ سے رابطہ کر کے مجھے رحیم یار خان بلایا اور ہم دونوں نے رحیم یار خان سے لے کر لاہور تک شورش کاشمیری کا وہ استقبال اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کو ضبط تحریر لانے کو میرا یہ قلم عاجز ہے نہ ہی میرے پاس وہ الفاظ ہیں جو اس استقبال کو ضبط تحریر میں لا سکیں۔ ہر سٹیشن پر لوگوں کا جم غفیر ہوتا جو ختم نبوت زندہ باد کے نعرے بلند کرتا ہوا اس ڈبے کی طرف بے تحاشا پُر نم آنکھوں کے ساتھ شورش کاشمیری زندہ باد کے نعرے لگاتا ہوا شورش کاشمیری سے ہاتھ ملانے کوشش کرتا۔ جس کے بعد شورش کاشمیری چند منٹوں کے لیے تقریر کرتے اور مزید اس عزم کا اظہار کرتے کہ جب تک میں زندہ ہوں عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرتا رہوں گا۔ مجھ سے آپ میرا سب کچھ چھین سکتے ہیں میری جائیداد، میرا اخبار، میرا پریس میرا سب کچھ ضبط کر سکتے ہیں لیکن دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ ادا کرنے سے مجھے نہیں روک سکتی۔ مجھے وہ منظر بھی یاد ہے

جب ملتان سٹیشن پر جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ سرخ قمیص پہن کر سینکڑوں احرار رضا کاروں کے ہمراہ شورش کاشمیری کا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ ادھر شورش نے استقبالی ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے جو چند الفاظ کہے ان میں سے مجھے کچھ یاد ہیں۔ انہوں نے سید ابوذر بخاریؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''شاہ جی! یہاں سے فارغ ہو کر میرے پیر و مرشد (حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) کی قبر پر جا کر انھیں میری طرف سے سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ جب تک آپ کا یہ مرید زندہ ہے عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرتا رہے گا۔ مجھے اس راستے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی جس مشن کے لیے آپ نے قربانیاں دیں اور جو سچا راستہ دکھایا شورش اس پر استقامت کے ساتھ قائم ہے۔ ان شاء اللہ، شورش قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کے ہی دم لے گا۔''

اس دوران لوگوں کے نعرے فضا میں گونجتے رہے اور جب گاڑی چلی تو لوگوں نے ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔ ہر سٹیشن پر یہی استقبال اور یہی خیالات شورش کی طرف سے جواباً کہے جاتے رہے۔ کسی سٹیشن پر لوگوں کو حکومت کی طرف سے روک دیا جاتا تو پھر لوگ کسی کھیت میں کھڑے ہوئے شورش کاشمیری زندہ باد کے نعرے لگاتے اور ہاتھ ہلا ہلا کر انھیں خراجِ تحسین پیش کرتے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں ثابت قدم رہ کر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ اوکاڑہ سٹیشن پر جب گاڑی رکی تو یہاں پر بھی لوگوں کے سٹیشن پر آنے پر پابندی تھی۔ چند لوگ سٹیشن پر نعرے لگاتے نظر آئے۔ گاڑی رکی تو سٹیشن پر روشنی بھی نہیں تھی، شاید اس لیے کہ استقبال بھرپور انداز میں نہ کیا جاسکے۔ شورش نے ڈبے کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا تھا ''کہ آج جس طرح میرے آنے پر اس سٹیشن کے چراغ گل کر دیئے گئے ہیں۔ ان شاء اللہ عنقریب صدر ایوب خان کے اقتدار کا چراغ بھی گل ہونے والا ہے۔'' اس سے پہلے چیچہ وطنی ریلوے سٹیشن پر کسی نے شورش کے ڈبے میں آ کر کہا آغا صاحب شاہ جی کے بیٹے کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ شورش ڈبے سے باہر نکلے اور ہم دونوں، میں اور سید عطاء المؤمن شاہ صاحب بھی جو اس ڈبے میں بیٹھے یہ سارا استقبال دیکھ رہے تھے۔ ایک جگہ پر چند لوگ کھڑے تھے اور ایوب خان مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ ساتھ ہی ڈی ایس پی اپنی وردی میں ملبوس سب کچھ دیکھتا رہا۔ ہم نے دیکھا کہ ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری پرچم احرار تھامے یہ نعرے لگا رہے تھے۔ پتہ چلا کہ اس دوران ہمارے آنے سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ ڈی ایس پی نے پیر جی کو یہ نعرہ لگانے سے روکا جب آپ نہ رکے تو ڈی ایس پی نے سپاہی کو کہا کہ اسے گرفتار کر لو۔ جب سپاہی پیر جی کو گرفتار کرنے کے لیے آگے بڑھا تو پیر جی نے اسے مُکا رسید کر کے پیچھے ہٹا دیا۔ شورش نے آتے ہی ڈی ایس پی سے کہا تم نے یہ جسارت کیسے کی؟ اس نے کہا کہ یہ نعرہ لگانے سے نقص امن کا خدشہ ہے۔ شورش نے جواباً کہا کہ میں کراچی سے یہ نعرہ لگا رہا ہوں کوئی نقص امن نہیں ہوا اور پھر وہاں کھڑے لوگوں سے مخاطب ہو کر شورش کاشمیری نے خود کہا ''صدر ایوب'' لوگوں نے جواباً مردہ باد کہا اور پھر ڈی ایس پی سے کہا کہ بتاؤ کہیں نقص امن ہوا ہے۔ تم جب تک امیر شریعت کے فرزند میرے حوالے نہیں کرتے، شورش یہیں کھڑا ہے اور گاڑی بھی نہیں چلے گی۔ عوام کے اشتعال اور شورش کے عزم کے آگے پولیس افسر نے ہتھیار ڈال دیے اور پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کو فوراً رہا کر دیا اور گاڑی اپنے

سفر کو روانہ ہوگئی۔ لاہور تک اسی انداز میں شورش کاشمیری کا استقبال ہوتا رہا۔ ختم نبوت زندہ باد، شورش کاشمیری زندہ باد، صدر ایوب مردہ باد، کے نعرے بلند ہوتے رہے۔ لاہور کا سفر ختم ہوا تو استقبال کی فلم بھی ختم تھی۔

جنازے میں شرکت:

لاہور پہنچ کر میں سیدھا مال روڈ پر آغا شورش کاشمیری کے گھر پہنچا تو جنازہ تیار تھا۔ گھر کے باہر میدان میں ان کی میت آخری دیدار کے لیے رکھی تھی۔ کفن میں ملبوس اسلام کا یہ فدائی اور ختم نبوت کا یہ شیدائی ابدی نیند سو رہا تھا۔ میں نے چہرے پر نگاہ دوڑائی تو میرے ایمان میں بالیدگی اور تازگی کے احساس نے میرے دل و دماغ پر عجیب کیفیت طاری کردی۔ میں نے آج تک کسی مرے ہوئے شخص کا ایسا روشن اور تر و تازہ چہرہ نہیں دیکھا۔ ان کے لبوں پہ تبسم اقبال کے شعر کی تفسیر تھا:

نشان مردمومن باتو گویم
چو مرگ آید تبسّم برلب اوست

ہمارے دوست اقبال فیروز پاس کھڑے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ اقبال فیروز کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص مر گیا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص پرسکون اور گہری نیند میں سو رہا ہے، اس کے چہرے پر تو موت کی کوئی کیفیت نظر ہی نہیں آتی۔''

اس نے جواباً کہا! کاش تم شورش کو اس وقت دیکھتے جب اسے نہلا اور کفن پہنا کر باہر لائے تھے۔ کچھ دیر بعد جنازہ اٹھایا گیا اور لوگوں کا ایک جمِ غفیر جنازے کے ساتھ تھا۔ ہم یہاں سے پیدل یونیورسٹی گراؤنڈ تک آئے، میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ حنیف رامے بھی تھے جو کہ اس وقت وزیر اعلی پنجاب تھے، میری بائیں طرف کرکٹ کے مشہور کھلاڑی فضل محمود تھے۔ جب جنازہ یونیورسٹی گراؤنڈ پہنچا تو غلام مصطفیٰ کھر بھی نظر آئے۔ مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں جنازہ پڑھا گیا۔ میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ اکابر احرار کے جنازوں میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی خصوصاً امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسام الدین، مولانا مظہر علی اظہر، سید ابوذر بخاری، سید عطاء المحسن بخاری کے جنازوں میں شرکت شاید میرے گناہوں کی مغفرت اور ذریعۂ نجات بن جائے۔ مشتاق راجھہ بھی ملے جو چنیوٹ کے رضا کاروں کے ہمراہ جنازے میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ میانی صاحب کے قبرستان آئے تو قبر تیار تھی۔ لحد میں اتارنے کا موقع آیا تو مشتاق راجھہ دفعتاً چھلانگ لگا کر قبر میں اترے ان کے ساتھ ایک دو اور بھی تھے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اس عظیم اور دلیر شخص کو قبر میں اتارنے کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت ملک کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو ملک سے باہر کسی دورے پر تھے، جب واپس آئے تو شورش کی قبر پر گئے، فاتحہ پڑھی اور پھولوں کی چادر اپنے ہاتھوں سے قبر پر رکھی۔

مفکر احرار چودھری افضل حق تاریخ احرار میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''اب عزیز شورش کاشمیر کے اضافے سے ہماری جماعت میں تین رہنما ایسے ہیں جو شیر کی طرح پانی کے بہاؤ

کے خلاف سیدھا تیرتے ہیں۔ شورش اسمِ بامسمّیٰ ہیں، شاعر ہیں، ادیب ہیں، خطیب ہیں۔ جب سے احرار میں آئے ہیں تب سے جیل میں ہی کٹی ہے۔''

دوسرے دو میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ضیغم احرار شیخ حسام الدین ہیں۔ یہ ایک بہت بڑے رہنما کا خراجِ تحسین ہے جس کا شورش ہر لحاظ سے مستحق ہے کہ اُس کی پوری زندگی اس قول کی گواہ اور شاہد ہے:

لاؤ کہیں سے ڈھونڈ کے شورش سا دیدہ ور　　چلتا رہا جو راہِ صداقت پہ بے خطر
ٹکرا گیا وہ ظلم کی ہر ایک رات سے　　وہ شیر دل کہ چیتے کا رکھتا تھا جو جگر
کرتا رہا جو ختمِ نبوّت پہ جاں نثار　　تھی زیست اُس کی ساری مجاہد کا کرّ وفر
کیا دبدبہ تھا اُس کے تکلم میں دوستو　　لرزاں ہے جس کے نام سے چناب کا نگر
زندہ رہا تو زندگی کو اُس پہ ناز تھا　　مر کے وہ اور ہو گیا نظروں میں معتبر
جس کے جلو میں لشکرِ جرأت تھا ضوفگن　　جس کے قلم سے لرزہ براندام اہل زر
خالد جہان زیست سے وہ سرخرو گیا　　لاریب اس پہ ساقیٔ کوثر کی تھی نظر

احرار اور قادیانیت تاریخ کے آئینے میں:

مجلس احرارِ اسلام اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں (قادیانیوں) کا آپس میں تعلق کس قدر گہرا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مجلس احرار اسلام کی تاریخ قادیانیوں کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں تو دوسری طرف قادیانیوں کی تاریخ بھی مجلس احرار اسلام کے ذکر کے بغیر نامکمل اور ادھوری ہے۔ تاریخ کے آئینہ میں جب ہم ان دونوں کو دیکھتے ہیں تو ہر جگہ یہ ایک دوسرے کے مدمقابل نظر آتے ہیں۔ ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر میں احرار نے قادیانیوں کے محاسبے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائی اور قادیانیوں کے منصوبے کہ کشمیر کو انگریز کے تعاون سے ایک قادیانی ریاست میں تبدیل کر دیا جائے، ناکام بنا دیا۔ اس کے بعد قادیان جب ایک قادیانی ریاست کی صورت اختیار کر گیا تو اس قادیانی ریاست پر ضربِ کاری لگانے کے لیے مجلس احرار اسلام سامنے آئی اور اکتوبر ۱۹۳۴ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت پاک و ہند کے نامور علماء قادیان میں داخل ہوئے، ایک عظیم اجتماع میں امیر شریعتؒ نے مرزا بشیر الدین محمود کو للکارا، اپنی تاریخی تقریر میں قادیانیت کے مکروہ چہرے سے دجل وفریب کے پردے چاک کرتے ہوئے اس کے اصل چہرے کو پاک و ہند کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تو قادیانیت کے محاسبے کی تحریک میں شدت پیدا ہوئی۔ قادیان میں احرار داخل ہوئے، وہاں پر ایک مضبوط و مستحکم مرکز قائم کیا۔ رضا کارانِ احرار نے قادیان کے اندر رہنے والے مسلمانوں کے حوصلے بلند کیے۔ قادیانیوں کے اس شہر میں مسلمانوں کا جینا مشکل ہو چکا تھا اور قادیانی جبر و تشدد اپنے عروج پر تھا۔ یہ قادیان میں احرار مرکز کا نتیجہ تھا کہ یہاں پر مسلمانوں نے قادیانیوں کے خلاف جوابی سرگرمیوں سے قادیانیوں اور اس کے پیشوا مرزا بشیر الدین کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ عبدالکریم مباہلہ جو قادیانی تھا احرار کی یلغار اور احرار کے اس مضبوط مرکز کی طرف سے مسلسل

تبلیغ اور صف آرائی کی وجہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر مرزا بشیر الدین کے لیے مشکل اور مصیبت کا باعث بنے، انھوں نے اپنے اخبار ''مباہلہ'' کے ذریعے قادیانیوں کی اس گرفت کو توڑ کے رکھ دیا جس میں قادیان کے مسلمان جکڑے ہوئے انتہائی پریشان زندگی بسر کر رہے تھے۔صورت حال یہاں تک پہنچی کہ عبدالکریم مباہلہ کے قتل کے احکام قادیانی ریاست کے سربراہ کی طرف جاری ہوگئے۔مگر عبدالکریم کی جگہ واردات میں مستری محمد حسین شہید ہوگئے جو کہ اُن کے ہم شکل تھے۔ قادیانی قاتل کو سزائے موت ہوئی تو قادیانی ولولے اور سرد ہوئے۔مولانا لعل حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لاہور میں احرار کے جلسے میں قادیانیت پر لعنت بھیجتے ہوئے اسلام قبول کیا اور پھر اپنی ساری عمر قادیانیت کے محاسبے میں صرف کر دی۔مولانا عتیق الرحمٰن تائب بھی قادیانی مبلغ تھے جو جماعت احرار کے قادیان میں اس مرکز اور احرار رضا کاروں کی حوصلہ افزائی سے قادیانیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے اور انھوں نے اپنی بقیہ عمر قادیانی محاسبے میں ہی بسر کی،جس کا کریڈٹ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے مضبوط و مستحکم مرکز اور تبلیغی نظام کو جاتا ہے۔مولانا عنایت اللہ چشتیؒ اور فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمہم اللہ جماعت احرار کی طرف سے احرار مرکز کے انچارج رہے۔مولانا محمد حیات مرحوم نے مجھے ایک ملاقات میں بتایا کہ امیر شریعت پورے ملک کا دورہ کر کے ہزاروں روپے ہمیں لا کر دیتے اور اس طرح ہماری قادیان میں مالی ضروریات پوری ہوتی تھیں۔مجلس احرار اسلام نے قادیان میں ۱۴ کنال اراضی بھی خریدی۔اور اس پر مسجد ختم نبوت اور ایک مدرسہ قائم کیا۔دور و نزدیک سے مسلمان یہاں آ کر رد قادیانیت کورس میں داخلہ لیتے،قادیانیوں کے خلاف تبلیغ کے لیے تیار ہوتے اور پورے ملک کے اندر تبلیغ کرنے نکل جاتے۔احرار مرکز کی زیر نگرانی ایک کھڈیوں کا کارخانہ بھی قائم کیا گیا۔جہاں سے قادیان کے مسلمانوں کو روزگار مہیا کیا جاتا اور غریب مسلمانوں کے لیے مفت کھانے کا اہتمام بھی تھا۔بات تاریخ کے حوالے سے ہو رہی تھی کہ احرار اور قادیانی ہمیشہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل رہے اور احرار نے قادیانیوں کا مسلسل محاسبہ کرتے ہوئے اپنے جذبۂ ایمانی کا ثبوت دیا۔تحریک کشمیر ہو یا تحریکِ مقدس تحفظِ ختمِ نبوّت یا پھر قادیان میں احرار مرکز یہی صورت حال سامنے آتی ہے۔پاکستان بن جانے کے بعد جب قادیانی پاکستان کو اپنے تسلط میں لانے اور اسے قادیانی عزائم کے مطابق چلانے کے لیے مسٹر ظفر اللہ وزیر خارجہ کی مدد سے پاکستان کے بڑے بڑے عہدوں پر قبضہ کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے کہ پاکستان کی فوج میں بھی ''الفرقان'' کے نام سے ایک گروپ بنا لیا تو حالات انتہائی خطرناک صورت اختیار کر گئے۔تب مجلس احرار اسلام نے ہی تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء چلا کر قادیانیوں کے مکروہ عزائم کو خاک میں ملا دیا۔یہ وہ تیسرا محاذ تھا جس میں جماعت احرار نے ۱۰ ہزار مسلمانوں جن میں احرار رضا کار بھی شامل تھے کی شہادت پیش کر کے اسلام اور وطن کے خلاف قادیانی سازشیں ناکام بنا دیں۔مسٹر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے مستعفی ہونا پڑا جو قادیانیت پر احرار کی طرف سے ایک کاری ضرب تھی۔پھر ۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوّت میں احرار کا جو کردار تھا اُس کا ذکر پہلی قسطوں میں بیان ہو چکا ہے۔جس تحریک کے نتیجے میں قادیانی آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔جس کا مطالبہ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کیا جاتا رہا۔قادیانیوں کی مسلسل ناکامیاں اور جماعت احرار کی کامیابیاں محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

احرار کو اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ تھا اور اُسی کی رضا کے لیے وہ اس میدان میں سرگرم کار تھے۔ جب کہ قادیانیوں کو اسرائیل اور امریکہ و برطانیہ کی مدد حاصل تھی جس کے باوجود وہ ہر محاذ پر احرار کے مقابلے میں عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئے۔

اک جنوں کی داستاں ہے داستاں احرار کی　　عزم و ہمت ، سرفروشی ، ولولہ ، ایثار کی
یہ بہاؤ کے مخالف تیرتے ہیں مثلِ شیر　　ان کو خواہش ہی نہیں کشتی و پتوار کی
قسمیں کھاتا ہے زمانہ ہاں صمیمِ قلب سے　　رزم گاہِ شو میں احرار کے کردار کی
ان کی تقریروں سے پھیلی ظلمتوں میں روشنی　　اک انوکھی سی ادا یہ قوّتِ اظہار کی
رعد ہے ، برقِ تپاں باطل کو ان کا حرف حرف　　دھوم ہے ہر سو ہی ان کے لہجۂ گفتار کی
خالؔد ان کے دم قدم سے ہے جنوں کو حوصلہ　　یہ جماعت ہے روایت عشق کے اظہار کی

چناب نگر (ربوہ) میں احرار کا داخلہ:

یہ اعزاز بھی مجلس احرارِ اسلام کے حصے میں ہی آتا ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد قادیانی جب ربوہ میں آباد ہوئے اور پاکستان میں دوسرا قادیان بنالیا، وہی ہتھکنڈے، وہی سلسلے، جو یہ قادیان میں ایک الگ ریاست کی صورت میں اختیار کیے ہوئے تھے یہاں بھی تھے، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے احرار ہی میدانِ عمل میں آئے۔ چناب نگر (ربوہ) میں احرار مرکز بنانے کے لیے ابنِ امیرِ شریعت محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں مشتاق احمد راجھہ سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام چنیوٹ سے رابطہ کیا اور پھر اُن کے ساتھ مل کر ربوہ کے نواح میں اس جگہ کو ہی پسند فرمایا جہاں پر اس وقت مجلس احرار اسلام کا مرکز قائم ہے۔ ان دونوں کے درمیان طے پایا کہ پتہ لگایا جائے یہ زمین کس کی ملکیت میں ہے تاکہ اس سے زمین خریداری کے لیے رابطہ کیا جائے۔ مشتاق احمد راجھہ نے یہ ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اقبال قریشی جو کہ ساتھ ہی ایک گاؤں چھنّی کا رہائشی تھا سے رابطہ کیا، مشتاق احمد راجھہ سے اس کی شناسائی تھی۔ اقبال قریشی نے مشتاق کو بتایا کہ یہ زمین ہمارے قریشی خاندان کے حضرات کی ملکیت ہے، مشتاق راجھہ نے غلام شبیر قریشی اور ذوالفقار قریشی سے رابطہ کیا اُن سے زمین کی خریداری کے لیے بات ہوئی تو وہ زمین بیچنے کے لیے تیار ہو گئے۔ دس ہزار روپے میں دو کنال زمین کا معاملہ طے ہو گیا۔ مشتاق راجھہ نے سید عطاء المحسن شاہ صاحبؒ کو بتایا کہ اتنی رقم درکار ہے، شاہ صاحب فیصل آباد روانہ ہو گئے اور رقم کا انتظام کرلیا۔ یہ رقم صوفی امین مرحوم و مغفور نے شاہ صاحب کے کہنے پر مہیا کر دی۔ صوفی امین صاحب کا احراری خاندان سے تعلق تھا اور وہ جماعت احرار کے کارکن بھی رہے لیکن جب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو انھوں نے پاکستان پیپلز پارٹی میں شمولیت کرلی تھی۔ میری اُن سے کئی ملاقاتیں ہوئیں، وہ امیرِ شریعتؒ اور اُن کے خاندان کے افراد کے شیدائی تھے۔ بہر حال دس ہزار روپے میں یہ زمین خرید لی گئی اور پٹواری وغیرہ سے ضروری کارروائی کے بعد سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری کے نام اس کی رجسٹری ہوگئی۔ اس ساری کارروائی میں تقریباً ایک سال کا عرصہ صرف ہوا اور اس دوران اسے ہر لحاظ

سے خفیہ رکھا گیا تا کہ قادیانیوں کو اس امر کا پتہ نہ چل سکے۔

ایک رات میں مسجد کی چاردیواری مکمل:

دفتر چنیوٹ میں ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ صاحب بخاری اور دوسرے احرار رضا کار موجود تھے، مشتاق راجھہ وہ کہتے ہیں، مجھے پیر جی کہنے لگے کیا ہی اچھا ہو کہ آج رات موسم بھی اچھا ہے مسجد کی تعمیر کا آغاز کر دیا جائے، میں نے تائید کر دی۔ ایک ٹرک اینٹوں کا لے لیا گیا۔ میں اُن دنوں سلکی لوم فیکٹری میں ملازم تھا وہاں سے کچھ ساتھی اکٹھے گئے اور ہم چند لوگ پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ صاحب کی قیادت میں اس جگہ پہنچے اور وہاں پر تعمیر شروع کر دی۔ موسم اچھا تھا۔ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی۔ مٹی وہاں سے مل گئی گارا بن گیا اور ہم سب نے پیر جی کی قیادت میں ایک محراب اور چاردیواری بنانی شروع کر دی۔ مشتاق راجھہ کہتے ہیں کہ اس وقت ہماری کیفیت عجیب وغریب تھی، ایک جذبہ تھا اور دل کے اندر خوشیوں کا ایک طوفان تھا کہ تھمتا ہی نہیں تھا۔ رات کا اندھیرا، ماحول میں خاموشی مگر دل میں لگن، پیر جی کی کیفیت تو دیدنی تھی۔ وہ ہم سب سے بڑھ کر اس کارِ خیر میں نظر آئے۔ ان کو اس کیفیت میں ہم جب دیکھتے تو ہم بھی ان کے ساتھ اسی کیفیت میں ڈھل جاتے۔ وہ ایک رات ہمیں کبھی نہیں بھول سکتی کہ جب ہم نے صبح ہونے تک یہ عارضی مسجد مکمل کر دی۔ ہمارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مزدوری کرتے تھے۔ ۱۱۰ فٹ طویل دیوار اور ایک محراب ہم نے بنا دیا۔ واپسی پر جب ہم آ رہے تھے تو ربوہ کے درمیان سے گزرے تو لوگوں نے جاگنا شروع کر دیا تھا۔ جس کے بعد دوسرے دن ہی دفتر احرار چنیوٹ میں ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ اور پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دونوں شریک تھے۔ دونوں حضرات کی مشاورت سے طے ہوا کہ اب اس مسجد کے افتتاح کا اعلان کر دینا چاہیے۔

۲۷ رفروری ۱۹۷۶ء جمعۃ المبارک تاریخ افتتاح مقرر ہوگئی۔ اشتہار چھپ گئے، مختلف شہروں کی جماعتوں کو بھیج دیے گئے۔ چنیوٹ کی دیواروں پر لکھ دیا گیا چلو چلو ربوہ چلو۔ جہاں مسلمانوں کی پہلی مسجد کی تعمیر کا افتتاح ہونے والا ہے۔ ۲۷ رفروری کا جمعہ ربوہ میں ادا کریں۔ روزنامہ نوائے وقت میں باقاعدہ اشتہار بھی دے دیا گیا۔ جب پورے ملک کے اندر بڑے وسیع پیمانے پر اس افتتاح کی تشہیر ہوئی تو ربوہ کے قادیانیوں نے حکومت پنجاب سے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ ہماری جانوں کو اس افتتاحی تقریب سے خطرہ ہے۔ ہمیں حفاظت مہیا کی جائے اور اس اجتماع پر پابندی لگائی جائے۔ حکومت پنجاب نے قادیانیوں کی اس فریاد پر اجتماع پر پابندی لگا دی۔

مشتاق راجھہ کی گرفتاری:

مشتاق راجھہ بتاتے ہیں کہ مجھے ڈی ایس پی کے دفتر میں طلب کیا گیا وہاں پہنچا تو ڈی ایس پی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ ہیں مشتاق راجھہ؟ میں نے جواب میں کہا کہ میں ہی مشتاق راجھہ ہوں۔ ڈی ایس پی کا دوسرا سوال یہ تھا کہ مسجد کی افتتاحی تقریب میں پورے ملک کو اکٹھا کرنے کے آپ ہی ذمہ دار ہیں۔

مشتاق راجھہ: اگر آپ اس کی ذمہ داری مجھ پر ڈالتے ہیں تو میں اس کو قبول کرتا ہوں۔

ڈی ایس پی: آپ کو اس بات کا علم ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

مشتاق راجھہ: ہم جو کچھ کرتے ہیں دینی جذبے کے ساتھ کرتے ہیں اور نتائج اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔

ڈی ایس پی: آپ کبھی جیل گئے ہیں؟

مشتاق راجھہ: جیل تو ابھی تک نہیں گیا۔ مگر میں جن قائدین کا رضا کار ہوں انہوں نے پوری زندگی جیل میں گزار دی ہے۔ اس لیے جیل کے اندر جو کچھ ہوتا ہے اس سے پوری طرح واقف ہوں۔

ڈی ایس پی: تو پھر آپ کو گرفتار کیا جاتا ہے۔

مشتاق راجھہ: میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے جیل بھیج کر سنت یوسفی ادا کرنے کا موقع مہیا کیا ہے۔

چنانچہ مشتاق راجھہ کو گرفتار کر کے نیو سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ مشتاق راجھہ بتاتے ہیں کہ یہ گرفتاری سی۔آئی۔ ڈی چنیوٹ کی رپورٹوں کی بنا پر تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ سب کچھ یہی مشتاق راجھہ کر رہا ہے۔ مشتاق راجھہ تو گرفتار ہو گئے لیکن وہ تمام راستے جو چناب نگر (ربوہ) کو جاتے تھے تقریب کے دن اُن کی ناکہ بندی کر دی گئی۔ سرگودھا میں لوگوں کو روکا گیا۔ ادھر جھنگ، ملتان، فیصل آباد اور لاہور سے آنے والوں کو ختم نبوت چوک چنیوٹ میں روک دیا گیا۔ پنڈی بھٹیاں میں بھی ناکہ بندی کر دی گئی۔ میں جب اس تقریب میں شرکت کے لیے آیا تو مجھے بھی ختم نبوت چوک میں روک دیا گیا۔ وہاں پر کئی اور لوگ بھی تھے۔ پولیس کے ساتھ تلخ کلامی بھی ہوئی مگر اتفاق سے ملک اللہ دتہ صدر مجلس احرار چنیوٹ وہاں تشریف لائے تو معاملہ خراب ہونے سے بچ گیا۔ افتتاح کے دن جہاں جہاں بھی لوگوں کو روکا گیا انھوں نے وہیں وہیں نمازیں ادا کیں اور ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ افتتاحی تقریب صرف چناب نگر میں ہی نہیں ہوئی بلکہ سرگودھا، لاہور، چنیوٹ اور پنڈی بھٹیاں میں بھی یہ افتتاحی تقریب منعقد ہو رہی ہے۔

چناب نگر (ربوہ) میں مسجد کی افتتاحی تقریب ۲۷ فروری ۱۹۷۶ء:

جانشینِ امیر شریعت مولانا ابو معاویہ سید ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو نمازِ فجر کے وقت اس جگہ پہنچ چکے تھے جب کہ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری پہلے سے ہی وہاں موجود تھے، انھوں نے ''جامع مسجد احرار'' کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا، انھیں دوران خطاب گرفتار کر لیا گیا اور ابنِ امیر شریعت محسن احرار سید عطاء المحسن بخاریؒ نے نماز جمعہ پڑھائی اور اس تاریخی اجتماع سے خطاب بھی کیا، نمازِ جمعہ کے بعد انھیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ لوگ ناکہ بندی کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں اس تقریب افتتاح میں شریک ہوئے۔ ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المؤمن شاہ بخاری ملتان سے قافلۂ احرار کی قیادت کرتے ہوئے اس تقریب میں شرکت کے لیے چنیوٹ پہنچے مگر پولیس نے انھیں اور اُن کے قافلے کو آگے ربوہ نہ جانے دیا۔ قادیان کے بعد (ربوہ) چناب نگر میں امیر شریعت تو نہیں تھے لیکن ابناءِ امیر شریعت موجود تھے۔ جس سے اس مسجد کی افتتاحی تقریب میں یقیناً امیر شریعت کی روح مسرور بھی ہوئی ہوگی۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بھی ناکہ بندی کو توڑتے ہوئے اس تاریخی اجتماع میں شرکت کی اور خطاب بھی کیا۔ وہ اس وقت قومی اسمبلی کے رکن

تھے۔اس طرح یہ افتتاحی تقریب بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔قادیان کے بعد چناب نگر میں بھی احرار اسلام کا مرکز اس وقت سے لےکر اب تک وہی کام کر رہا ہے جو قادیان میں احرار اسلام کے مرکز نے سرانجام دیا تھا۔آج مجلس احرار اسلام کا یہ مرکز دین کی تبلیغ اور ردِ قادیانیت کا فریضہ جس جذبے اور ایثار کے ساتھ سرانجام دے رہا ہے اس پر اپنے بیگانے سبھی دل ودماغ کی گہرائیوں سے اس کے معترف ہیں۔مولانا محمد مغیرہ صاحب پورے ملک کے علاوہ چناب نگر کے گرد ونواح میں قادیانیوں کی مکروہ اور خلافِ اسلام سرگرمیوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔اور ہر سال یہاں پر مارچ کے مہینے میں شہدائے ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے اور ۱۲؍ربیع الاوّل کو ختم نبوت کانفرنس بھی ہوتی ہے جس کے بعد ایک عظیم الشان جلوس زیرِ قیادت ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری ترتیب دیا جاتا ہے۔جو ایوانِ محمود کے سامنے قادیانیوں کو دعوتِ اسلام بھی دیتا ہے اور ان کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کے تعاقب اور محاسبے کا دینی فریضہ بھی سرانجام دیتا ہے۔اس جلوس پر ملک کے کونے کونے سے ہزاروں مسلمان شرکت کر کے مجلس احرار اسلام کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔جلوس کے دوران ایک ایسی فضا اور ایسی کیفیت دیکھنے میں آتی ہے جو ایمان کی تازگی اور روح کے سرور کا باعث بنتی ہے۔جس سے احرار رضا کاروں کا حوصلہ جوان رہتا ہے اور جذبات میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت اور محبت کو تقویت محسوس ہوتی ہے:

احرار کارکنوں کا دینی جذبہ،عقیدۂ ختمِ نبوّت سے وابستگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ محبت کا یہ بہت ہی ایمان افروز منظر ہوتا ہے۔

احرار سے روشن ہے جہاں اہلِ جنوں کا — سرمایۂ قربانی و ایثار ہیں احرار
دل ان کے منوّر تو زباں پھول فشاں ہیں — ہو بازی جو سر دھڑ کی تو تیار ہیں احرار
دھرتی پہ حکومت ہو فقط ربِ علیٰ کی — اس نعرۂ توحید کی تکرار ہیں احرار
غیرت میں ہیں بے مثل ، تہوّر میں ہیں یکتا — ہر زاویے سے ہر پہلو سے خودار ہیں احرار
ہو ختمِ نبوّت کے تحفظ کا فریضہ — سر دے کے بھی جنت کے خریدار ہیں احرار
حیدرؓ ہوں کہ حمزہؓ ہوں ، خالدؓ ہوں کہ شبیرؓ — ان کے ہی تو مئے خانوں کے مئے خوار ہیں احرار
نسبت سے بخاریؒ کے سدا مست رہے ہیں — بُستانِ بخاریؒ کی یہی مہکار ہیں احرار
اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں والا و شیدا — مقصود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی کردار ہیں احرار
ہر ایک ادا ان کی نرالی ہے انوکھی — جس طرح سے دیکھا ہے طرحدار ہیں احرار

(جاری ہے)

مولانا مختار عمر ابن مولانا نافعؒ

عظیم محقق، مؤرخِ اسلام حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

(1915 ——— 2014)

حضرت اقدس مولانا محمد نافع ؒ کے جد امجد حضرت میاں امام الدینؒ (المعروف فقیر صاحب) کو گیارویں صدی ہجری کے وسط میں حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی ؒ کے اس وقت کے سجادہ نشین نے دینِ متین کی خدمت اور خلقِ خدا کو راہِ حق دکھانے کی امانت اور ذمہ داری سونپ کر ملتان سے روانہ کیا۔ حضرت فقیر صاحب دریائے چناب کے کنارے پر چلتے ہوئے جب بستی محمدی شریف میں پہنچے تو یہیں سکونت اختیار کرلی اور اسی بستی کی جامع مسجد میں آپؒ نے حفظِ قرآن کی تدریس کا آغاز فرمایا جو بفضل اللہ تعالیٰ چار صدیاں گذرنے کے باوجود بلاتعطل جاری و ساری ہے۔ حضرت میاں امام الدینؒ قرآن و شریعت کے صحیح معنوں میں عامل تھے، آپ نے ساری زندگی قرآن مجید کے پڑھانے میں صرف کی، علاقہ بھر میں قرآن مجید کا فیض عام کیا، اپنے گاؤں میں جو اصلاحات نافذ کیں ان سے آپ کی شریعتِ مطہرہ سے والہانہ وابستگی کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً موضع محمدی شریف میں کاشتکاروں کو تمباکو کی کاشت سے روک دیا، مزامیر کی حامل اقوام مثلاً بھنڈ، نٹ، میراثی اور ڈھول پیٹنے والے طبقے کے لیے اس موضع میں رہائش اختیار کرنا ممنوع قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کچھ عرصہ قبل تک قریہ محمدی شریف کے ہر گھر کے اکثر افراد حافظِ قرآن ہوتے تھے، ورنہ ایک حافظ تو ہر گھر میں لازمی ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ فوج کے ایک حاضر سروس بریگیڈیئر صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے سنا ہے محمدی شریف کے قبرستان میں پچاس ہزار حُفّاظ مدفون ہیں، ہم نے کہا ہمیں تو صحیح تعداد کا اندازہ نہیں البتہ چار صدیوں سے حفظِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے، گاؤں کے لوگوں نے حفاظ کا تذکرہ کیا تو بریگیڈیئر صاحب نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ اس طرح تو پچاس ہزار سے بھی زائد حفاظ بنتے ہیں۔

آپؒ کے دادا جان میاں عبدالرحمٰنؒ اور والدِ گرامی حضرت مولانا میاں عبدالغفورؒ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، حضرت خواجہ صاحبؒ نے ان دونوں بزرگوں کو جو کہ عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے خرقہ خلافت سے نوازا اور دینِ اسلام کی خدمت اور خلقِ خدا کی رہنمائی کی ذمہ داری سونپی۔ یوں ایک عظیم روحانی خانقاہ کے طور پر محمدی شریف پورے ملک میں معروف ہوا۔ یہ دونوں حضرات عمر بھر مسجد میں بیٹھے یادِ خدا میں مست رہے اور سینکڑوں چوروں، ڈاکوؤں اور بھولے بھٹکے ہوئے انسانوں کی زندگی میں اپنی روحانی قوت سے انقلاب برپا کیا، بقول حضرت اقبالؒ

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں ۔۔۔ گر ہو یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

چنانچہ ایک طرف حفظِ قرآن کا فیض جاری رہا تو دوسری طرف خانقاہی نظام کے تحت رشد و ہدایت کا ایک سرچشمہ، ہدایت کے متلاشیوں کی آماجگاہ تھا، اس طرح ان دونوں بزرگوں کے فیض سے علاقہ بھر کی کایا پلٹ گئی۔

حضرت مولانا میاں عبدالغفورؒ کے بعد آپؒ کے دونوں صاحبزادوں حضرت مولانا محمد ذاکرؒ اور حضرت مولانا

محمد نافع ؒ نے اس مسند کو سنبھالا اور اپنے والد ماجدؒ کی علمی و روحانی وراثت کو تقسیم کیا۔ معروف شاعر و ادیب اور سابق اے ڈی ایل بی جھنگ محترم انجم نیازی صاحب لکھتے ہیں ''اس گاؤں کی شہرت کا باعث میاں عبدالغفورؒ کے بڑے بیٹے حضرت مولانا محمد ذاکرؒ بنے جو بیک وقت ایک عالم، پیر اور سیاست دان تھے، یہ لوگوں سے ووٹ نہیں مانگتے تھے بلکہ لوگ انکو خود آ کر ووٹ دیتے تھے، یہ اپنے مثالی تقویٰ اور پرہیزگاری میں مشہور تھے، ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی مہکار پورے ملک کے کونے کونے تک پھیل چکی تھی، ان کی وجہ سے یہ گاؤں مقامی سطح سے اٹھ کر ملکی سطح تک جانا پہچانا جاتا تھا''۔

حضرت اقدس میاں عبدالغفورؒ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد نافع ؒ نے تمام زندگی دین کی اشاعت و تحفظ کے لیے وقف کر رکھی تھی اور خود بھی پابندِ شرع تھے، سادگی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، ہمیشہ کچے مکان میں رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس دنیا میں ایک مسافر یا راہگذر کی طرح رہنا۔ میں جب بھی آپ کے کمرے میں داخل ہوتا تو حضورِ اقدس ﷺ کے ارشادِ گرامی کے مطابق آپ کا کمرہ ایک مسافر کا نقشہ پیش کرتا، مجھے ہمیشہ حدیث پاک کے یہ الفاظ یاد آجاتے اور آپکا نحیف وجود اس حدیث کی عملی شکل میں دکھائی دیتا۔

جہاں میں نمونہ ہے وہ سادگی کا اونچا ستارہ ہے اک عاجزی کا
چمکتا ہے دل علم کی روشنی سے اٹھاتا ہے تکلیف ہر اک خوشی سے

آپؒ کی زندگی کا سب سے عظیم علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپؒ دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے نازک موضوع پر ایسے عمدہ طریقے اور انوکھے اسلوب سے کام کر گئے جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ اسلام کے مؤرخین قاصر ہیں۔ جناب انجم نیازی کی تحریر کے الفاظ کچھ یوں ہیں: ''اس کے بات کرنے کا طریقہ اور سلیقہ ساری دنیا سے مختلف تھا، یہ مخالفین کو للکارتا نہیں، کسی پر طنز کے تیر اور نشتر نہیں چلاتا، اس کا لہجہ نرم اور گفتگو میں مٹھاس ہوتی ہے، وہ مخالفین سے نفرت نہیں کرتا بلکہ ان سے ہمدردی کرتا ہے، الجھاؤ کو سلجھانے اور روٹھے ہوئے کو منانے کی بات کرتا ہے، ہر اعتراض کا جواب دلیل اور مستند حوالوں سے دیتا ہے جسکا بطلان فریقِ مخالف کے بس میں نہیں ہوتا، قارئین کی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا، ان کو جاہل اور ان پڑھ نہیں سمجھتا ''ہم چوں ما دیگرے نیست'' کا راگ نہیں الاپتا، اپنی تحریروں میں مخالفین کی دل آزاری نہیں کرتا، اسکی تحریر میں تنقید کا زہر اور کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ الفاظ نرمی، مٹھاس اور ہمدردی سے لبریز ہوتے ہیں، کوئی اس کی بات تسلیم کرے نہ کرے اس کی بات کا برا نہیں مناتا، اس سے نفرت نہیں کرتا، کسی کو تشدد پر نہیں اکساتا، کسی کو غصہ نہیں دلاتا، کسی کی عزتِ نفس مجروح نہیں کرتا، جو بھی موقف پیش کرتا ہے اس پر اچھی طرح غور کر لیتا ہے، قابل اعتماد حوالہ جات جمع کرتا ہے، پہلے خود کو مطمئن کرتا ہے پھر دوسروں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسکی تحریروں میں بلا کی تاثیر ہوتی ہے، الفاظ میں عالمانہ تکبر کی بجائے درویشانہ عاجزی و انکساری ہوتی ہے، شہرت اور لالچ سے کوسوں دور بھاگتا ہے، بے نفسی ایسی کہ ملنے والے شرمندہ ہوجاتے ہیں''۔

تاریخ اسلام میں بڑے بڑے مؤرخ و محقق گذرے ہیں لیکن حضرت مولانا محمد نافع ؒ جس سادہ، صاف ستھرے، اجلے اور اعتدال کا دامن تھام کر دل نشیں انداز میں **رحماء بینھم** جیسی کتاب لکھ گئے اور اللہ جلَّ شانُہٗ کے

صادق و پاکیزہ کلام کی حقیقت کو اس طرح واضح کیا کہ مخالف بھی داد دینے پر مجبور ہو گیا، تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ بقول جسٹس (ر) جناب مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ'' اردو تو اردو رہی عربی لٹریچر میں بھی اس موضوع پر اس پائے کی کتاب میری نظر سے نہیں گذری''۔

ایک مرتبہ میاں محمد شفیع لاہوری مرحوم، فقہ جعفریہ کے معروف لیڈر غضنفر حسین کراروی مرحوم کا مطالبہ لے کر آئے کہ مجھے رحماء بینھم مہیا کی جائے چنانچہ حضرت والدگرامیؒ کی اجازت سے میاں محمد شفیع لاہوری رحماء بینھم کا سیٹ لے کر کراروی صاحب کے پاس پہنچے تو وہ منہاج القرآن یونیورسٹی میں ایک اجتماع سے خطاب کرنے والے تھے، کراروی صاحب نے کتاب دیکھی اور اپنی تقریر ان الفاظ سے شروع کی'' مولانا محمد نافع نے رحماء بینھم لکھ کر امت پر احسان عظیم کیا ہے یہ کتاب اتحادِ امت کے لیے پہلی اینٹ ثابت ہوسکتی ہے اور اتحاد بین المسلین کے لیے سنگِ میل کا کام دے سکتی ہے'' اس طرح پورے دس منٹ کتاب اور مؤلفِ کتاب کی تعریف وتوصیف پر لگائے۔

ڈاکٹر ملک بشیر احمد صاحب فیصل آباد وفاقی محتسب کے عہدہ پر کام کرتے رہے ہیں، ملاقات کے لیے تشریف لائے تو بوقت ملاقات حضرت والدگرامیؒ کے ہاتھ چوم لیے، حضرت والد صاحبؒ چوں کہ عجز وانکساری کا نمونہ تھے، اس لیے فرمایا: میں اس قابل نہیں ہوں کہ میرے ہاتھ چومے جائیں اور انہیں ڈانٹ دیا، جج صاحب ناراض ہوگئے، اس کے بعد حضرت نے ان سے معافی مانگی کیوں کہ مہمان کا احترام لازم ہے۔ جج صاحب نے مشروط معافی کا کہا کہ اگر مجھے ہاتھ چومنے دیں تو معاف کردوں گا ورنہ نہیں، پھر ڈاکٹر صاحب نے بتایا: میری پہلی پوسٹنگ واشنگٹن میں ایمیگریشن کے عہدے کے طور پر ہوئی تو مجھے یہ کتاب رحماء بینھم پڑھنے کو ملی، میں نے تمام کتاب پڑھ ڈالی اور انگریزی خواں ہونے کے باوجود اتنا متأثر ہوا کہ یہ عہد کیا جن ہاتھوں سے ایسی عمدہ کتاب معرضِ تحریر میں آئی ان کو ضرور بوسہ دوں گا۔

ایک صاحب ساؤتھ افریقہ سے تشریف لائے، کہنے لگے میں نے رحماء بینھم وہاں پڑھی تھی، میرے بچے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، اور دارالعلوم میں پڑھتے ہیں، میں نے سوچا کہ بچوں سے ملنے پاکستان گیا تو رحماء بینھم کے مؤلف سے ضرور ملوں گا۔

ایک مرتبہ ایران سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم العالیہ تشریف لائے، تہران کے رہنے والے ہیں، فرمانے لگے ہم نے اس کتاب کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے لیکن بوجوہ ہم اس کو اب تک طبع نہیں کرواسکے، ایسی عمدہ کتاب فارسی میں بھی شائع ہونی چاہیے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کا عربی میں ترجمہ کروایا اور بیروت سے اپنے دوست نظام یعقوبی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ذریعے طبع کرائی۔ جب سے عربی میں رحماء بینھم طبع ہوئی ہے تو عرب ممالک کی یونیورسٹیوں میں اس کتاب پر مقالات کا اہتمام کروانے پر غور کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی رحمت اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی حرم مدینہ میں ایک پاکستانی وفد جس کا تعلق فیصل

آباد تھا سے ملاقات ہوئی، دورانِ گفتگو انہوں نے فرمایا: رحماء بینہم ایک پاکستانی عالم کی لکھی ہوئی کتاب ملی ہے، میں ویب سائٹ پر روسی زبان میں لیکچر دیتا ہوں اور میرے سننے والے کم وبیش پندرہ، سولہ ہزار افراد ہیں، میں نے اس موضوع پر لیکچر دیا تو مجھے کم از کم پندرہ سو میسج موصول ہوئے جس میں اس موضوع کو آگے بڑھانے پر زور دیا گیا تھا، لیکن میری مشکل یہ ہے کہ اس موضوع پر میرے پاس صرف ایک کتاب موجود ہے، اس کے علاوہ اس موضوع پر اور مواد میسر نہیں ہے۔ فیصل آباد کے معروف قاری یونس صاحب مدظلہ العالی اس وفد میں شامل تھے، انہوں نے مولانا مفتی رحمت اللہ صاحب مدظلہ العالی سے عرض کیا حضرت اس موضوع دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم پر اسی مصنف کی متعدد کتابیں موجود ہیں، آپ پریشان نہ ہوں، ہم آپ کو یہ کتابیں مہیا کریں گے، آپ اپنے موضوع کو آگے چلائیں، پھر وہ لوگ حضرت والد گرامی کی کتابوں کا مکمل سیٹ لے کر گئے اور حضرت مولانا مفتی رحمت اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو ارسال کیا۔

رحماء بینہم کی طرح آپ کی تمام تصانیف کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی، غالباً 1983/84 کی بات ہے کہ بندہ ''مکہ بکس'' کے نام سے لاہور میں کتابوں کا کاروبار کرتا تھا، میرے ایک پبلشر ساتھی سرفراز صاحب حج پر گئے تو مدینہ منورہ میں کتابوں کی دکان پر گئے، وہاں آپ کی کتاب بناتِ اربعہ انڈیا کی طبع شدہ خرید کر لائے جو اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔

آپ کے معتدل اندازِ تحریر کی وجہ سے مخالفین بھی آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ رجوعہ سادات کے رہائشی سید حیدر رضا نقوی صاحب جو ایران میں قم یونیورسٹی سے فاضل بن کر آئے ہیں اور اپنے آبائی گاؤں رجوعہ سادات میں ایک بڑے جامعہ کے انچارج ہیں، چودھری محمد سلیم صاحب پلازہ والے کو ساتھ لے کر والد محترمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے ان کا اکرام فرمایا، چائے پلائی، ان کو کتابیں ہدیتاً عنایت فرمائیں، انھوں نے حضرت کے معتدلانہ طرزِ تحریر کی بہت تعریف کی۔

حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ 1915ء میں پیدا ہوئے، تقریباً ایک صدی پر محیط زندگی گذار کر دارِ بقا سے دارِ فنا کی طرف کوچ کر گئے، ایک طرف شمسی سال 2014ء کا آخری سورج غروب ہو رہا تھا تو دوسری طرف علم وعمل اور اسلام کا شیدائی، جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق اور صحابہ کا سچا غلام دنیائے اسلام پر اپنے علم وعمل کی کرنیں بکھیر کر، چمکتے دمکتے چہرے کے ساتھ علم کی دنیا میں غروب ہو گیا مگر اپنے پیچھے روشنی کا ایک ایسا مینارہ چھوڑ گیا کہ جب تک سورج چمکتا رہے گا اس آفتاب کی روشن کرنیں داعیانِ اسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے غلاموں کے دلوں کو منور کرتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ آپکی تمام تر مساعی جمیلہ قبول ومنظور فرمائے اور جن مقدس ہستیوں کے دفاع میں زورِ قلم صرف کیا انکی معیت میں جنت کا داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین

وہ کس کا ہے مطلوب یہ کون جانے وہ کس کا ہے محبوب یہ کون جانے
مگر اسکے چہرے پہ جو نور سا ہے یہ شعلہ بھڑکتا ہوا طور کا ہے
قطب ہے، ولی ہے کہ مجذوب ہے مدینے ہی والوں کا محبوب ہے

عبدالکریم قمر

ایک مخلص احرار کارکن ...... محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

تقریباً ایک صدی پہلے ہمارے شہر کمالیہ میں میاں غلام حسین کھوکھر مرحوم کا خاندان اپنی نیکی، شرافت اور دین داری کی وجہ سے نہ صرف پوری برادری بلکہ شہر بھر میں اپنی مثال آپ تھا۔ اُن کے چار بیٹے تھے اور اُن میں سے چھوٹے تینوں بیٹے ۱۹۳۷ء میں ہندوستان کی عظیم حریّت پسند اور انقلابی جماعت مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے اس کے فعال کارکن اور باوردی رضا کار بن گئے۔ اُنھی میں سے ایک میاں الٰہی بخش مرحوم کے گھر نومبر ۱۹۵۶ء میں ایک ہونہار فرزند نے جنم لیا جس کا نام محمد طیب تھا۔ ۱۹۷۴ء میں اس نے سکول سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب تحریکِ مقدّس تحفظ ختمِ نبوّت پورے ملک میں زور شور سے شروع تھی۔ اُن دنوں اُن کے بڑے بھائی محمد طاہر مجلس احرار اسلام کمالیہ کے ناظم تھے۔ محمد طیب نے تحریکِ طلباء اسلام میں شمولیت اختیار کی اور اس طرح دونوں بھائیوں نے اس تحریکِ مقدّس میں اپنا بھر پور کردار ادا کیا۔ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیّت قرار دے دیا گیا۔ محمد طاہر رنگ کا کاروبار کرتے تھے۔ تجارت میں اپنے بھائی کا ہاتھ بٹانے کے لیے محمد طیب بھی اس کاروبار میں اُن کے ساتھ شامل ہو گئے اور جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے۔

۲۷ رفروری ۱۹۷۶ء کو جب چناب نگر (ربوہ) میں مسجدِ احرار کا سنگِ بنیاد رکھا گیا تو ہمارے شہر سے بھی ایک قافلہ گیا اور محمد طیب بھی اُن خوش قسمت نوجوانوں میں شامل تھا جو چنیوٹ سے پیدل مسجدِ احرار پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ۲۱/۲۲ جون ۱۹۷۹ء کو مسجدِ احرار چناب نگر میں تاریخی معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس ہوئی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس کی تشہیر کے لیے شہر میں وال چاکنگ کی جائے۔ محمد طاہر اور محمد طیب دونوں بھائی بہت خوشخط تھا، اس لیے وال چاکنگ کے لیے دو پارٹیاں تشکیل دی گئیں۔ دونوں پارٹیوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک بھائی کو شامل کیا گیا اور ایک ہفتہ کی محنت سے ہم نے شہر کی اہم جگہوں پر وال چاکنگ کر کے کانفرنس کی تشہیر کے لیے بھر پور مہم چلا دی۔ اس تاریخی کانفرنس میں پہلی اور آج تک غالباً آخری دفعہ مسجدِ احرار کے کسی پروگرام میں خواتین کو بھی شمولیت کے لیے کہا گیا۔ اُن کے لیے مسجد کے محراب کے آگے سائبان اور قناتوں سے ایک علیحدہ باپردہ جگہ کا انتظام کیا گیا۔ محسنِ احرار سید عطاء المحسن شاہ صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ نے بھی اس میں شرکت فرمائی تھی، ہمارے شہر سے میاں الٰہی بخش مرحوم کے گھرانے کی خواتین نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی تھی۔

۱۹۹۰ء میں اپنے بڑے بھائی کی جگہ جو خرابی صحت کی بنا پر مقامی جماعت کی نظامت سے علیحدہ ہوئے، جماعت کے ناظم بنائے گے۔ اُنھیں یہ ذمہ داری جماعت میں اُن کے فعال کردار کی وجہ سے سونپی گئی جسے اُنھوں نے احسن طریقے سے نبھایا۔ ۱۹۹۰ء سے ہم دونوں نے یہ نظم بنایا ہوا تھا کہ ہر سال ۹ رنومبر کو ملتان حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضری دیتے، اُس دِن مجھے سرکاری تعطیل کی وجہ سے سہولت ہوتی اور وہ بھی کاروباری مصروفیت سے وقت نکال لیتے۔

ملتان ۱۰رمحرم الحرام کو مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے جو دارِ بنی ہاشم میں پروگرام ہوتا وہ اس میں شریک ہوتے۔ دسمبر۲۰۰۹ء کے اس پروگرام میں جب ہم شمولیت کے لیے گئے تو چوک کمہاراں سے پیدل دارِ بنی ہاشم پہنچے کیونکہ کوئی بھی سواری معروف راستوں سے وہاں جانے کے لیے دستیاب نہ تھی کہ سڑکوں پر یاروں کا پہرہ تھا۔ چیچہ وطنی کی سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس میں شرکت کا کبھی ناغہ نہ کیا، اسی طرح ۱۲ر ربیع الاوّل کی ختمِ نبوّت کانفرنس چناب نگر میں شرکت بھی اُن کا معمول تھا بلکہ اس کے لیے فکر مند ہوا کرتے اور روانگی کے نظم کے متعلق پوچھتے رہتے۔ یہ اُن کا تعاون ہی تھا کہ پچھلے چھے سات سالوں سے ہمارے شہر سے اِس کانفرنس میں بھرپور نمائندگی ہوتی ہے اور شرکت کرنے والوں کے لیے بس کا انتظام کیا جاتا ہے بلکہ اب تین سالوں سے بس کے ساتھ ایک ویگن کا بھی انتظام ہوتا ہے۔

گزشتہ کئی دنوں سے اس خواہش کا بڑی شدت سے اظہار کر رہے تھے کہ دارِ بنی ہاشم حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن مدظلہٗ کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ جب بھی ملتے پروگرام بنانے کا کہتے۔ ۳۰ر نومبر۲۰۱۴ء کو ملتان مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ کی میٹنگ تھی، میں اس میں شرکت کے لیے ملتان گیا۔ میٹنگ رات گئے تک جاری رہی، اس لیے رات وہیں قیام ہوا، صبح نماز فجر کے بعد مسجد میں ہی بیٹھا رہا۔ اسی دوران صبح ساڑھے سات بجے کے قریب فون کے ذریعے اُن کی وفات کی اطلاع ملی۔ کچھ دوست مجھے فون کر کے اس خبر کی تصدیق کرتے رہے چونکہ وہ ۳۰ر نومبر کی شام کو معمول کے مطابق دکان بند کر کے رات گئے تک گھر اپنے معمول کے کاموں میں مصروف رہے تھے۔ اس لیے کسی کا بھی اس خبر پر یقین کرنے کو دل نہ مانتا تھا، لیکن موت تو ایک اٹل حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کی صحت بھی بظاہر بہت اچھی تھی، کبھی کبھار معدے میں گرانی کی شکایت کرتے تھے۔ اُن کے بیٹوں کی اطلاع کے مطابق اُن کو رات ڈھائی تین بجے تکلیف ہوئی تو افرادِ خانہ کو جگایا۔ بیٹوں کو نصیحتیں کرنا شروع کر دیں، انھوں نے حوصلہ دلایا تو کہنے لگے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ اُنھیں فوراً ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال ٹوبہ ٹیک سنگھ لے جایا گیا، راستے میں سارا وقت ذکر اذکار میں مصروف رہے، وہاں فوراً طبی امداد دی گئی، آکسیجن لگائی گئی لیکن وقتِ مقررآ پہنچا تھا۔ صبح تقریباً ساڑھے چھے بجے انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شہر میں ان کی وفات کی اطلاع ملی تو ان کے سوگ میں مارکیٹ بند کر دی گئی۔ مجھے ملتان جب اطلاع ملی تو یہ اطلاع حضرت پیر جی مدظلہٗ اور سید کفیل شاہ بخاری کو دی۔ سید کفیل شاہ بخاری نے جنازہ کے وقت کے متعلق پوچھا تا کہ اُس میں شرکت ہو جائے۔

یکم دسمبر۲۰۱۴ء کو نمازِ مغرب کے بعد جنازگاہ محمود بھٹی میں اُن کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت سید کفیل شاہ بخاری نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ چیچہ وطنی سے جماعت کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے مولانا منظور احمد صاحب اور حافظ محمد اسمٰعیل صاحب (ٹوبہ والے) کے ہمراہ شرکت کی۔ مرحوم ہنس مکھ اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ اس لیے شہر کی تاجر برادری اور تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کے علاوہ عوام کی کثیر تعداد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ تدفین کے بعد سید کفیل شاہ بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ نے مرحوم کے گھر پسماندگان میں اُن کے بھائیوں، بیٹوں، داماد اور برادرِ نسبتی سے تعزیتِ مسنونہ کا اظہار کیا۔

● نام کتاب: 　معیشت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم　　مؤلف: 　سید فضل الرحمٰن

تعداد ۱۱۰۰　صفحات ۱۶۰　اشاعت اول دسمبر ۲۰۱۳　قیمت ۱۶۰ روپے

ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ ا۔۱۷،۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

زیرِ تبصرہ کتاب درحقیقت دو مقالے ہیں۔ جو ششماہی السیرہ العالمی میں شائع ہوئے تھے۔ اب ان کو قدرے حذف و تفصیل کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ پہلے مقالے میں ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی کو موضوع بنایا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے ذرائع آمدنی تفصیل سے بیان کیے، ازواجِ مطہرات کو نان ونفقہ کی ادائیگی اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کو احادیث کی روشنی میں بڑی خوبصورتی سے ترتیب دیا ہے۔ جناب موصوف نے اس تأثر کو سختی سے رد کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی عسرت پر مشتمل تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ سخاوت سے بڑھ کر ایثار کی تھی اور یہی سنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج واصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھی۔

دوسرے مقالے کا موضوع ’’عہد نبوی کا نظامِ معیشت‘‘ ہے گزر اوقات کے لیے ذرائع معیشت اختیار کرنا ایک ضروری امر ہے۔ دِین اسلام نے اس بارے انسان کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔ صاحبِ کتاب نے تجارت کی جائز و ناجائز صورتوں کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد یہ موقف بڑے وثوق اور دلائل سے بیان کیا کہ عصرِ حاضر کے سرمایہ دارانہ نظام میں سود اور ارتکاز دولت کا انسداد سوائے اسلام کے اور کسی نظام معیشت میں نہیں۔ مؤلف موصوف نے معیشت کے بارے حدیث و سیرت کی روایات کو یکجا کر کے قارئین کے لیے سہولت پیدا کر دی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی جناب سید فضل الرحمٰن شاہ صاحب کی اس سعیِ جمیل کو قبولیت سے سرفراز کرے اور تلقی عام نصیب کرے۔ آمین۔

● نام کتاب: 　تعمیر سیرت وکردار　　تحریر　انجینئر مختار حسین فاروقی

ناشر: مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ　اشاعت: مئی ۲۰۱۴　قیمت ۴۵۰　تعداد ۱۱۰۰

مقام اشاعت: قرآن اکیڈمی، لالہ زار کالونی نمبر ۲۔ ٹوبہ روڈ، جھنگ صدر

زیرِ نظر کتاب چند خطبات کا مجموعہ ہے جو جناب انجینئر مختار حسین صاحب نے مختلف مقامات پر وقت کی ضرورت کے مطابق ارشاد فرمائے اور ایسے مقالات ہیں جو وقتاً فوقتاً ’’حکمتِ بالغہ‘‘ میں شائع ہوتے رہے۔ اب افادۂ عام کے لیے ان کو کتاب کی شکل میں یکجا کر دیا ہے۔

مصنف نے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جو انسان کی تعمیرِ سیرت میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں مثلاً حقیقتِ عملِ صالح، رمضان المبارک کے روزے اور جہاد وقتال، حدود اللہ کی حفاظت، نکاح شادی اور نماز پنجگانہ، ختم نبوت، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن گراں قدر خطبات، حضرات وخواتین کو اپنی زندگی سادہ ومجاہدانہ بنانے کی ترغیب دیتے ہیں، مغربی فکر وفلسفہ کے مقابلے میں اسلامی طرزِ زندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور خلافتِ راشدہ کے لیے ہر فرد کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ محترم انجینئر صاحب کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے اور اصلاحِ معاشرہ کی توفیقِ مزید عطا فرمائے۔ آمین۔ (مبصر: مفتی نجم الحق)

● **نام کتاب:** مجلّہ الحمد ''سیرۃ نمبر''

قیمت: ۹۰ روپے **پتہ:** الحمد اکیڈمی-ای 165، بلاک ۳، پی ای سی ایچ ایس کراچی

دنیا کی کوئی قوم یا جماعت اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے حقیقی رہبر ورہنما کی حیات سے واقفیت اور عملی مطابقت نہ رکھتی ہو اس تناظر میں بحیثیت مسلمان ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے اس کامل واکمل رہنما کی سیرت سے آگاہی حاصل کریں جنھوں نے ہمیں زندگی کے ہر پہلو پر مکمل رہنمائی عطا فرمائی۔ محسن انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل سیرت وکردار کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کریں اور اس پر عمل کی کوشش کریں۔ اسی محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے مدیر ''مجلّہ الحمد'' نے سیرت نمبر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی مضامین شامل اشاعت کر کے گزشتہ سال ربیع الاول کی مناسبت سے سیرت طیبہ کے حوالے سے ایک مجلّہ خاص کا اجرا کیا تھا۔ اس مجلّے کو اس سال ۲۰۱۴ء میں اعلیٰ تعلیمی ثانوی بورڈ کراچی نے پزیرائی عطا کرتے ہوئے مقابلہ مجلّات میں دوسرا انعام دیا۔ اللہ تعالیٰ مدیر ''مجلّہ الحمد'' کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازیں۔

● **نام کتاب:** سالانہ مجلّہ: یادگارِ اکابر

قیمت: ۳۵۰ روپے **ناشر:** مکتبہ رشید یہ بالمقابل مقدس مسجد اردو بازار کراچی ۷۴۲۰۰

ہمارے مشائخ اور بزرگان علمائے دیو بند کو اللہ تعالیٰ نے جامعیت کاملہ سے نوازا تھا۔ اور ان میں ایسے ایسے کمالات اور صفات جمع فرمائے تھے کہ اس کی مثال نہیں ملتی، چنانچہ وہ علم وعمل، تقویٰ وطہارت، تصنیف وتالیف، تعلیم وتدریس، اصلاح وتربیت، احقاق حق اور میدان سیاست ہر میدان میں امام نظر آتے ہیں۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور خدمت دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں ان بزرگوں نے اپنی جدوجہد کے انمنٹ نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ ہر بزرگ کی علیحدہ شان ہے، ان کی زندگی قابل رشک اور ان کا کردار قابل تقلید ہے۔ ان میں سے اکثر مشائخ نے عامۃ الناس کے لیے کچھ مضامین سپردِ قلم کیے تا کہ خلقِ خدا ان کی دعوت وخدمت دین سے استفادہ کر سکے، ان نادر ونایاب اور قیمتی مضامین کو قاری تنویر احمد شریفی نے اکابر علماء دیو بند کے نایاب مقالات اپنے سالانہ مجلّہ ''یادگارِ اکابر'' میں یکجا کر کے ایک بہترین اور عمدہ کام سرانجام دیا، ہر منتخب شدہ مضمون کا تعارف کراتے ہوئے اکثر مضامین میں ذیلی عنوانات کا

اضافہ بھی کیا ہے۔ جو موصوف کے خلوص اور محنت کی علامت ہے۔

● نام کتاب:　　اسوۂ حسنہ...... **چند عملی پہلو**

قیمت: ۳۹۰ روپے　　ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ ۴/۱۷-۱۱اے ناظم آباد نمبر۴۔ کراچی

رسول کائنات، فخر موجودات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق ارض وسما رب العلیٰ نے نسل انسانی کے لیے نمونہ کاملہ اور آپ کی سیرت کو اسوۂ حسنہ بنایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو فطری طریقہ قرار دیا ہے۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی ہی قیامت تک کے لیے شعار و معیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر گوشہ تابناک اور ہر پہلو روشن ہے۔ یوم ولادت سے روزِ رحلت تک کے ہر ہر لحہ کو قدرت نے لوگوں سے محفوظ کرادیا ہے زیر تبصرہ کتاب ''اسوۂ حسنہ چند عملی پہلو'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جس میں جناب سید عزیز الرحمان صاحب نے اپنے بارہ مطبوعہ مضامین جو کہ سیرت طیبہ پر مشتمل ہیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حیات انسانی کے مختلف گوشوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ منفرد علمی و تحقیقی مواد پر مشتمل یہ کتاب اہل علم اور اہل ذوق کے لیے مستند اور باحوالہ ایک ایسا گلدستہ ہے جس کے ہر گل کی خوشبو اور رنگ تحریر سے مترشح ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں۔

37 ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس، جامع مسجد احرار چناب نگر کی DVD's تیار ہوگئی ہیں

ملنے کا پتہ: صدائے احرار، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان، فون: 0300-8020384

مسافرانِ آخرت

● جناب عبدالکریم قمر (رکن مرکزی مجلس شوریٰ مجلس احرار اسلام) کے چچازاد اور ماسٹر احمد یار مرحوم کے چھوٹے بھائی محمد جہانگیر 25؍دسمبر 2014ء کو کمالیہ میں انتقال کر گئے

● مجلس احرار اسلام کمالیہ کے صدر جناب شیخ لیاقت علی کے دو بھانجے، عتیق الرحمٰن اور سعد اللہ 18؍دسمبر 2014ء اور یکم جنوری 2015ء کو یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے

● جام غلام یسین مرحوم، مجلس احرار اسلام ماہڑہ مظفر گڑھ کے امیر ماسٹر محمد شفیع اور بخاری اکیڈمی کے انچارج جام ریاض احمد کے بہنوئی 6 جنوری 2014 بروز منگل کو انتقال کر گئے

● ملتان میں ہمارے کرم فرما جناب ڈاکٹر عبدالرب نیاز کی والدہ ماجدہ 24؍جنوری 2015ء کو انتقال کر گئیں

قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین)

ادارہ

اخبار الاحرار

چناب نگر میں 37ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس
اور جلوس دعوتِ اسلام کی روداد

(رپورٹ: مولانا کریم اللہ) 29/دسمبر 1929ء کو جس قافلۂ احرار کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، مولانا ظفر علی خاں اور دیگر اکابر اُمت نے ترتیب دیا تھا، 85 برس میں بہت سے نشیب و فراز کے بعد وہ پھر سے منظّم ہوتا ہوا نظر آرہا ہے، شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام 21 تا 23 اکتوبر 1934ء کو قادیان (انڈیا) میں احرار تبلیغ کانفرنس منعقد ہوئی اور دنیا پر قادیانیوں کا کفر پہلی مرتبہ کھل کر آشکارا ہوا، 1953ء میں تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کو ریاستی جبر سے دبایا گیا، دس ہزار نفوس قدسیہ نے اپنے خون سے سڑکوں کو لالہ زار کیا، 1974ء میں قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا، 27۔فروری 1976ء کو ربوہ (حال چناب نگر) میں پہلی نماز جمعۃ المبارک کا اعلان ہوا تو مجاہدین ختم نبوت اور سرخ پوشانِ احرار اُمڈ آئے، حکومتی پابندیوں کے باوجود ایک جم غفیر ربوہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا، حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو دوران تقریر گرفتار کر لیا گیا، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ اور ملک ربنواز ایڈووکیٹ نے تقریریں کیں، فاتح ربوہ سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ حیلے سے پہنچ گئے، تقریر کی اور خُطبہ جمعہ دیا اور اپنے عظیم باپ کی یاد تازہ کر دی، نماز پڑھائی اور گرفتار ہوئے، یہ احرار کا ہی صدقہ جاریہ ہے کہ آج چناب نگر میں متعدد دینی ادارے کام کر رہے ہیں، 12۔ربیع الاوّل کو ہر سال ختم نبوت کانفرنس بھی ہوتی ہے اور پھر قادیانیوں کو دعوتِ اسلام کے لیے جلوس بھی نکالا جاتا ہے، چنانچہ اِس 12۔ربیع الاوّل 1436ء (4 جنوری، اتوار) کو دھند اور شدید سردی کے باوجود کانفرنس اپنی روایات کے مطابق تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوئی، قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری اپنی پیرانہ سالی کے باوجود کانفرنس سے تین روز قبل چناب نگر مرکز پہنچ گئے، جبکہ مجاہد ختم نبوت جناب عبداللطیف خالد چیمہ، مجاہد احرار جناب سید محمد کفیل بخاری، جناب میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، مولانا تنویر الحسن اور دیگر رہنماؤں نے شب وروز ایک کر کے کانفرنس کو کامیاب بنایا اور اِن حضرات کے معاونین نے کلیدی کردار ادا کیا، انتظامی کمیٹیوں کے اراکین ومعاونین جمعرات کو پہنچنا شروع ہو گئے تھے، پروگرام کے مطابق 11 ربیع الاوّل (3 جنوری ہفتہ) کو بعد نماز عشاء تحریک طلباء اسلام کا کنونشن پروفیسر خالد شبیر احمد اور میاں محمد اویس کی نگرانی اور تحریک طلباء اسلام پاکستان کے کنونیر محمد قاسم چیمہ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں سید صبیح الحسن ہمدانی، محمد طلحہ شبیر، سید عطاء المنان بخاری، غلام مصطفٰے، ثاقب افتخار، قاضی حارث علی، حافظ محمد سلیم شاہ، محمد عثمان، محمد ابوبکر، محمد سفیان اویس اور دیگر نے خطاب کیا، 12۔ربیع الاوّل، اتوار کو 9 بجے مسلم ہسپتال کے سامنے وسیع لان میں مجلس احرار کے جھنڈے کی پرچم کُشائی کی روح پرور تقریب

منعقد ہوئی جس نے احرار کی قدیم روایات کی یاد تازہ کردی، شہداءِ ختم نبوت کو سلامی پیش کی گئی، مولانا محمد اکمل نے پرچم کشائی کی تقریب میں تلاوتِ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی جبکہ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری اور جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے خطاب کیا، قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ شہداءِ ختم نبوت نے جنگ یمامہ کے شہداء کی تقلید کی اور اپنے مقدس خون سے اسلام اور کفر کے درمیان نہ مٹنے والی لکیر کھینچ دی انہوں نے کہا کہ اسلام آفاقی دین ہے اسی کا نظام خلافت قائم ہوگا تو ہی بدامنی ختم ہوگی۔ دس بجے کے بعد کانفرنس کا باقاعدہ آغاز ہوا، سٹیج کی کارروائی میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی معاونت جناب مولانا تنویر الحسن احرار نے کی۔ صدارت کی کرسی پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد تشریف فرما تھے۔ مولانا زاہد الراشدی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اکابر نے 1934ء میں احرار تبلیغ کانفرنس کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا جو اعلان قادیان (انڈیا) میں وہ اعلان اور کام آج 2015ء میں بھی موجود ہے صرف نسلیں بدلی ہیں لیکن مشن اور موقف وہی ہے اور منکرین ختم نبوت کو ان کے انجام تک پہنچانے کے لئے یہ مشن تواتر کے ساتھ جاری رہے گا، انہوں نے کہا کہ دینی مدارس کسی صورت دباؤ قبول نہیں کریں گے، مدارس کو انگریز سامراج نہ دبا سکا اس کے گماشتے کیسے مدارس کو ختم کر سکتے ہیں! انہوں نے کہا کہ حکمران اپنی غلط پالیسیوں اور ناکامیوں کو مدارس کے کھاتے میں نہ ڈالیں، انہوں نے کہا کہ مسئلہ غربت اور بیرونی امداد کا نہیں بلکہ عقیدے اور نظام کا ہے، حکمران اگر قومی وحدت چاہتے ہیں تو اللہ کے قانون کے نفاذ کی طرف آجائیں تو ہم ان کے ساتھ ہیں۔ ڈاکٹر احمد علی سراج نے کہا کہ قراردادِ مقاصد پر عمل درآمد نہ ہونے سے آئین کے نام پر بے آئینی ہو رہی ہے اور قانون توہین رسالت اور امتناع قادیانیت ایکٹ کو ختم کرانے کے لئے عالمی طاقتیں پوری طرح سرگرم ہیں ایسے میں اس ملک گیر کانفرنس کے ذریعے ہمارا موقف اور اعلان یہ ہے کہ آئین کی اسلامی دفعات کو کسی صورت ختم نہیں ہونے دیں گے۔ مولانا مفتی محمد زاہد نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اساس ایمان ہے اور اس کانفرنس میں حاضری کا مقصد صرف یہ ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے کام سے نسبت ہو جائے، ختم نبوت سے محبت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارکہ اور پوری زندگی مبارک سے محبت ہے، انہوں نے کہا کہ مرزا قادیانی صرف کذاب نہیں بلکہ دجال تھا، انہوں نے کہا کہ قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی حجت ہے اور اسوہ نبوی سے رہنمائی ہی سے ہمیں کامیابیاں مل سکتی ہیں۔ مولانا ظہور احمد علوی نے کہا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کے تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے مشن کو فرزندانِ امیر شریعت اور مجلس احرار نے زندہ رکھا ہوا ہے اور چناب نگر میں بیٹھ کر قادیانیوں کا تعاقب کر کے امت کے عقیدہ کو فتنوں سے بچا رہے ہیں۔ مولانا عبدالقادر رائے پوری نے کہا کہ اہلِ حق نے اپنی زندگیوں کو دکھوں میں ڈال کر مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہمیں اپنے بزرگوں کے مجاہدانہ کردار اور ماضی کو دہرانے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ کانفرنس سے قاری عبدالوحید قاسمی آزاد کشمیر، مولانا ثناء اللہ غالب گلگت، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، مولانا تنویر الحسن احرار، حافظ محمد اکرم احرار (میلسی)، قاری محمد قاسم گجر (لاہور)، قاری عبید الرحمٰن زاہد (

ٹوبہ ٹیک سنگھ)،مولانا محمد اسماعیل فاروقی (صادق آباد)، ڈاکٹر عبدالروف احرار (جتوئی)،مولانا پیر محمد ابوذر (اسلام آباد)، قاری احسان اللہ (گجرات)،صوفی عبدالغفار (ملتان)، جماعت اسلامی کے رہنما سید نور الحسن شاہ اور دیگر رہنماؤں نے خطاب کیا۔کانفرنس کے اختتام پر (بعد نماز ظہر)ہزاروں فرزندانِ اسلام،مجاہدین ختم نبوت اور سرخ پوشان احرار کا فقید المثال جلوس جامع مسجد احرار (ڈگری کالج) سے شروع ہوا جس کی قیادت سید عطاء المہیمن بخاری،مولانا مفتی محمد حسن، پروفیسر خالد شبیر احمد،سید محمد کفیل بخاری،عبداللطیف خالد چیمہ،میاں محمد اویس،مولانا محمد مغیرہ،قاری محمد یوسف احرار، ملک محمد یوسف،صوفی غلام رسول نیازی،ڈاکٹر محمد عمر فاروق اور دیگر رہنما کر رہے تھے،درود پاک اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جب جلوس روانہ ہوا تو عجیب سماں بندھ گیا سخت سردی میں لوگوں کا جذبہ قابلِ دیدنی تھا،فضا نعرۂ تکبیر،اللہ اکبر،ختم نبوت زندہ باد،شہداء ختم نبوت زندہ باد،فرما گئے یہ ہادی،لا نبی بعدی،محمد ﷺ ہمارے، بڑی شان والے جیسے فلک شگاف نعرے لگاتا ہوا نہایت پرامن طور پر آگے بڑھا تو اقصیٰ چوک میں حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر نے مختصر خطاب کیا،شان وشوکت کے ساتھ جلوس کے ہزاروں شرکاء جب قادیانی مرکز ایوان محمود کے سامنے پہنچے تو جلوس بہت بڑے جلسۂ عام کی شکل اختیار کر گیا ،جہاں نہایت پرشکوہ انداز میں قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہود ونصاریٰ کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے ،انہوں نے کہا کہ ہم قادیانیوں کے لئے دعوت حق کا پیغام لے کر یہاں آئے ہیں ہم فسادی نہیں بلکہ فساد کو ختم کرنے کیلئے سنت پر عمل پیرا ہیں،انہوں نے کہا کہ مرزا غلام قادیانی نہ تو نبی تھا نہ مجدد اور نہ ہی عیسیٰ، یہ سب کچھ دھوکہ ہے اور قادیانیو! تم دھوکے سے نکل کر اہل اسلام اور اہل جنت میں شامل ہو جاؤ ہم تو یہاں تمہاری آخرت سنوارنے کیلئے تمہیں دعوت دے رہے ہیں۔عبداللطیف خالد چیمہ نے یہاں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم 27،فروری 1976ء کو اس شہر میں داخل ہوئے تب سے آج تک ہم نے یہاں بدامنی نہیں کی بلکہ اس شہر کو امن کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں تا کہ ظلمت وکفر اور ارتداد کا خاتمہ ہو،انہوں نے کہا کہ اگر چناب نگر پاکستان کا حصہ ہے اور یقیناً ہے تو پھر یہاں آئین کی بالا دستی اور امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کیوں نہیں ہوتا ،انہوں نے کہا کہ قادیانی سربراہ مرزا مسرور اسلام قبول کر لیں یا اپنی متعینہ اسلامی وآئینی حیثیت کو تسلیم کر کے اقلیتی دائرے میں آئیں۔سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ عالمی استعمار امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے مسلمانوں پر ظلم وسفا کی کی انتہاء کر دی ہے جبکہ قادیانی گروہ استعماری قوتوں کا آلۂ کار بن کر مسلمانوں کے عقیدے پر وار کر رہا ہے،انہوں نے کہا کہ قادیانی عالمی اداروں کے پاس رونا روتے ہیں کہ ہمیں مسلمانوں کی صفوں میں شامل کرادیں! سیدھا ہمارے پاس کیوں نہیں آتے اور صدق دل سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں آجائیں کہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔مولانا مفتی محمد حسن نے کہا کہ خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیدہ ختم نبوت کے دفاع میں شہید ہوئے اور مسیلمہ کذاب کو جہنم واصل کیا،انہوں نے کہا کہ ہمارا یہ نورانی اجتماع قادیانیوں سے درخواست کرتا ہے کہ اصل دولت ایمان کی دولت ہے اور یہ دولت عقیدہ ختم نبوت پر یقین کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا،قادیانی جب خود اپنے آپ کو امت مسلمہ سے الگ کر چکے تو پھر امت

اور قومی اسمبلی کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکاری کیوں ہیں! انہوں نے کہا کہ قادیانیو! دعوت حق کو قبول کرو یا غیر مسلم اقلیت اور کافر بن کر رہو! جلوس پر امن طور پر چناب نگر اڈا کی طرف روانہ ہوا جہاں قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی دعا کے ساتھ پر امن طور پر اختتام پذیر ہو گیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر سے لوگوں نے قافلوں کی شکل میں شرکت کی اور چناب نگر کی فضا ختم نبوت زندہ باد جیسے فلک شگاف نعروں سے گونجتی رہی جبکہ سرکاری انتظامیہ اور پولیس نے سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے تھے۔

قراردادیں:

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام چناب نگر میں منعقد ہونے والی عظیم الشان ''سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس'' میں منظور کی جانے والی قراردادیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے پریس کو جاری کی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ

یہ اجتماع پشاور کے المناک سانحہ کی مذمت کرتے ہوئے اس تناظر میں قومی وحدت وسلامتی اور یکجہتی کے اظہار کے لئے قومی قیادت کی طرف سے ہم آہنگی کے اظہار کا خیر مقدم کرتا ہے اور اس موقع پر قومی قیادت کو مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہوئے اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہے کہ ہمارا اصل قومی محاذ ملکی سالمیت و وحدت کا تحفظ، دہشت گردی کا خاتمہ اور وطن عزیز کے اسلامی اور نظریاتی تشخص کی حفاظت و بقا ہے جس کے خلاف عالمی اور علاقائی ماحول میں بہت سی لابیاں اور قوتیں متحرک ہیں جو نظریاتی تشخص، تہذیبی شناخت، سیاسی استحکام اور قومی وحدت وخود مختاری کو کمزور کرنے کیلئے ہر سطح پر کام کر رہی ہیں، اس لئے یہ ضروری ہے کہ عالمی، علاقائی اور ملکی دائرہ میں اس منفی مہم کیلئے کام کرنے والے اداروں اور لابیوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور ملکی وحدت، امن عامہ اور پاکستان کے قیام کے مقصد (اسلامی نظام) کی تکمیل کو قومی ایجنڈا قرار دیتے ہوئے قومی پالیسیوں کو نئے سرے سے طے کیا جائے اور سیاسی، عسکری اور دینی قیادت اس سلسلہ میں مکمل ہم آہنگی کے ساتھ عملی پیش رفت کا اہتمام کرے، ہم ان مقاصد کیلئے قومی قیادت کے ساتھ ہیں اور کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے ☆ کانفرنس کی قراردادوں میں کہا گیا ہے کہ بے روزگاری، مہنگائی اور لوڈ شیڈنگ نے عوام کی زندگی اجیرن کر دی ہے ☆ میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بے حیائی اور عریانی کو فروغ دے کر اسلامی ثقافت کے اثرات کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے ☆ حکومتی دوغلی پالیسی کے باعث قادیانیوں، گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ملحدین کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے ☆ دستور پاکستان کی اسلامی دفعات، تحفظ ختم نبوت کے دستوری قانونی فیصلوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ آگے بڑھتا نظر آ رہا ہے۔ ☆ دینی مدارس پر جا بجا چھاپوں کے ذریعہ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو خوف و ہراس کا نشانہ بنایا جا رہا ہے ☆ نصاب و نظام تعلیم سے اسلامی حصوں کو خارج کرنے کے لیے بتدریج اقدامات کیے جا رہے ہیں جس کے نتیجے میں نئی نسل کا بحیثیت مسلمان تشخص مجروح ہو رہا ہے یہ اجتماع سمجھتا ہے کہ یہ صورتحال پاکستان کے اسلامی تشخص اور دستور کی اسلامی دفعات کو نظر انداز کرنے اور ملکی معاملات میں غیر ملکی مداخلت کا راستہ دینے اور مغربی آقاؤں کی ہر خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کی مذموم حکومتی روش کا منطقی نتیجہ ہے اور حالات کی اصلاح کی اس کے سوا

کوئی صورت ممکن نہیں کہ اس پالیسی پر نظر ثانی کی جائے اور ملک کے اسلامی تشخص اور قومی خود مختاری کی بحالی کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ ☆ یہ اجتماع ملک کی تمام دینی وسیاسی قوتوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ پاکستان کی نظریاتی حیثیت، قومی خود مختاری کے تحفظ اور عوامی مشکلات ومسائل کے حل کے لیے مشترکہ طور پر سنجیدہ محنت کا اہتمام کریں۔ ☆ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجتماع ملک کے اندر قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سازشوں اور ریشہ دوانیوں پر شدید احتجاج کرتا ہے اور ملک کے اندر سیاسی ابتری میں قادیانیوں کی سازشوں کو ایک بنیادی کردار قرار دیتا ہے۔ ☆ یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فوج اور سول کے کلیدی عہدوں پر مسلط قادیانیوں کو برطرف کیا جائے اور بیرون ممالک سفارت خانوں سے بھی قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔ ☆ توہین رسالت کے مرتکبین کو سزائے موت دی جائے۔ ☆ مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ ☆ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ ☆ امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ 1984ء پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے۔ ☆ ملک میں بدامنی اور قتل وغارت پر قابو پایا جائے۔ ☆ داخلی اور خارجی محاذ پر ملک کی نظریاتی اساس کے مطابق پاکستان کے امیج کو حقیقی معنوں میں اجاگر کیا جائے۔ ☆ امریکہ نواز پالیسی ترک کر کے خود مختاری اور قومی وقار کو بحال کیا جائے۔ ☆ روزنامہ ”الفضل“ سمیت تمام قادیانی رسائل وجرائد پر پابندی عائد کی جائے۔ ☆ نصاب تعلیم میں عقیدۂ ختم نبوت اور شان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق تفصیلی مواد شامل کیا جائے۔ ☆ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کرایا جائے۔ ☆ قادیانیوں کو کلمہ طیبہ اور شعائر اسلامی کے استعمال سے قانوناً روکا جائے۔ ☆ قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے۔ ☆ یہ اجتماع چناب نگر میں قادیانی تسلط پر تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ مسلمانوں کو چناب نگر میں آزادانہ نقل وحرکت اور کاروبار کے لیے قانونی تحفظ فراہم کیا جائے نیز چناب نگر کے رہائشیوں کو مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ ☆ حکومت پاکستان مظلوم فلسطینیوں اور کشمیریوں کی ہر فورم پر حمایت کرے اور تمام اسلامی ممالک کو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کرنے کے لیے آمادہ ومنظم کرے ☆ اقوام متحدہ تمام انبیاء کرام کی توہین کے خلاف بین الاقوامی سطح پر مؤثر قوانین وضع کرے اور قادیانیوں کو اسلام کا ٹائٹل استعمال کرنے سے روکنے کے لیے اقدامات کرے۔ اور او۔آئی۔سی اس سلسلہ میں متحرک کردار ادا کرے۔ ☆ چناب نگر سمیت ملک بھر میں قادیانی اداروں سے وابستہ حضرات کا مکمل ریکارڈ چیک کیا جائے۔ ☆ قادیانی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے۔ ☆ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اضافہ کیا جائے۔ ☆ چناب نگر میں سکیورٹی کے نام پر بنائی جانے والی غیر قانونی چوکیوں کو ختم کیا جائے اور سکیورٹی کا انتظام پولیس اپنے کنٹرول میں لے۔ ☆ چناب نگر میں پولیس چوکی کی باؤنڈری وال بنا کر اسے مستقل کیا جائے۔ ☆ غازی ممتاز قادری کو رہا کیا جائے۔ ☆ ہم برما کے مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے اقوام متحدہ سے اپیل کرتے ہیں کہ برما کے مسلمانوں پر بدھسٹوں کے ظلم وستم کا نوٹس لیا جائے۔ ☆ مدارس دینیہ میں غیر قانونی چھاپوں کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مدارس کے حوالے سے اپنا رویہ درست کرے۔ ☆ ملک بھر میں علماء طلباء کی مظلومانہ شہادت لمحۂ فکریہ ہے اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ قاتلوں کو فی الفور گرفتار کیا جائے۔ ☆ کانفرنس کی تعزیتی قرارداد میں ممتاز اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا محمد نافع اور مجلس احرار اسلام چناب نگر کے قدیم

کارکن حافظ محمد علی کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا گیا اور تمام مرحومین کے لئے دعا مغفرت کی گئی۔

چیچہ وطنی کے نواحی چک نمبر 30-11 ایل میں مسجد ختمِ نبوت کا افتتاح

(رپورٹ: حکیم حافظ محمد قاسم) ضلع ساہیوال میں چیچہ وطنی کو شہرِ ختمِ نبوت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ قیام ملک سے قبل حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت مجلس احرارِ اسلام کے رہنماؤں کی یہاں آمد و رفت کا مرکز فدائے احرار شیخ اللہ رکھا مرحوم کا گھر ہوتا تھا۔ شیخ صاحب مرحوم کی آل اولاد آج بھی اس تعلق خاطر کو نبھا رہی ہے، شیخ صاحب مرحوم شہر کی جامع مسجد کے بانیوں میں سے تھے۔ حضرت مولانا غلام محمد رحمہ اللہ احرار کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختمِ نبوت کے مستقل رکن تھے، حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمہ اللہ، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی اور مولانا سید منظور احمد شاہ حجازی رحمہ اللہ نے اپنے اپنے ادوار میں چیچہ وطنی میں تحفظ ختمِ نبوت کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ تحصیل چیچہ وطنی میں چک نمبر 30-11 ایل (تھانہ غازی آباد) اور چک نمبر 6-11 ایل (تھانہ ہڑپہ) میں خاصی آبادی با اثر قادیانیوں کی ہے۔ کوئی 32 سال قبل 30-11 ایل کے قادیانیوں نے گاؤں میں ایک بڑی تقریب کا اہتمام کیا اور اُس وقت کے قادیانی سربراہ آنجہانی مرزا طاہر کو بطور خاص مدعو کیا۔ پروگرام دن کو تھا اور علاقے سے مسلمانوں کو بھی کھانے کی دعوت دی گئی تھی لیکن پروگرام سے پہلے رات 9 بجے اِس کی اطلاع مجاہد ختمِ نبوت جناب عبداللطیف خالد چیمہ کو ہوگئی۔ حضرت پیر جی عبدالعلیم شہید رحمہ اللہ کی قیادت میں ہنگامی فیصلے کے بعد احتجاج کا پروگرام بن گیا، عبداللطیف خالد چیمہ اور جناب محمد آصف چیمہ نے جناب چودھری محمد منیر ازہر (ایم این اے) سے ضروری مشورے کے بعد پہلا اعلان رات 12 بجے جامع مسجد میں کیا کہ ”قادیانیوں نے صبح 30-11 ایل میں مرزا طاہر کو بلا کر پروگرام کا اعلان کر رکھا ہے، لیکن چیچہ وطنی کے غیور مسلمان یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ”نہ تو مرزا طاہر یہاں آ سکتا ہے اور نہ ہی قادیانی یہ پروگرام کر سکتے ہیں“ مجاہدین ختمِ نبوت آدھی رات گھروں سے نکل آئے اور مساجد میں اعلان ہوتا رہا، صبح 10/11 بجے چیچہ وطنی کی سرکاری انتظامیہ کی طرف سے سارے شہر میں سپیکر پر اعلان کر دیا گیا کہ مسلمان اطمینان رکھیں ، مرزا طاہر کو کمالیہ سے واپس ربوہ بھیج دیا گیا ہے۔ اس واقعہ کے چند سال بعد 30-11 ایل میں بریلوی مکتب فکر کی مسجد میں نماز جمعۃ المبارک سے پہلے اجتماع ختمِ نبوت کا اعلان کیا گیا، قادیانیوں نے رکاوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی لیکن حضرت پیر جی عبدالعلیم رائے پوری شہید، محمد افضل خان (صدر مجلس احرار) رحمہما اللہ اور جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی قیادت میں قافلے داخل ہوئے اور پہلا باضابطہ ختمِ نبوت کا اجتماع تاریخی کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا، جس کی میزبانی جناب ماسٹر رشید احمد اور ان کے ساتھیوں نے کی۔ پھر اسی گاؤں کے ایک نوجوان محمود احمد نے قادیانیت ترک کر کے ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ العالی کے ہاتھ پر (مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی میں) اسلام قبول کیا، یہ نوجوان کئی قادیانیوں کی ہدایت کا ذریعہ بن چکا ہے، چند ماہ قبل آٹھ قادیانی کلمۂ اسلام کی دولت سے منور ہو چکے ہیں، اسی گاؤں میں

اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے با قاعدہ مسجد و مرکز ختم نبوت کی بنیاد رکھی ہے۔ 8 نومبر 2014ء کو مسجد کا با قاعدہ سنگ بنیاد رکھا گیا، جس کے بعد قادیانیوں نے مسجد کی تعمیر رکوانے کے لیے ہر حربہ اختیار کیا، لیکن وہ نا کام و نامراد ہوئے، مسجد و مرکز کا رقبہ اب ماشاءاللہ 42 مرلے ہو گیا ہے اور دو ماہ کے قریب مدت میں مسجد کی تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی ہے، یکم جنوری 2015ء جمعرات کو اس مرکز کا باقاعدہ افتتاح ہؤا، جس میں علاقہ بھر سے دینی جماعتوں کے کارکنوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی، یہ تقریب ایک بڑے جلسہ کی شکل اختیار کر گئی، جس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نذیر مدظلہٗ نے کی۔ جمعیت علماء اسلام کے رہنما قاری محمد طاہر رشیدی، مفتی محمد عثمان، مولانا محمد یٰسین عابد، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رہنما قاری منظور احمد طاہر، جمعیت علماء پاکستان (نورانی) کے رہنما مولانا غلام نبی معصومی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا عبدالحکیم نعمانی، قاری زاہد اقبال، مولانا کفایت اللہ حنفی، مفتی ظفر اقبال، اہلسنت والجماعت کے رہنما مفتی محمد احسن عالم اور مولانا محمد عثمان حیدر، مسلم لیگ (ن) کے ضلعی نائب صدر حاجی محمد ایوب، چودھری ساجد شبیر اور دیگر حضرات نے شرکت کی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے اِس گاؤں میں آئے ہیں کہ وہ عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان لا کر دارین کی کامیابیاں حاصل کریں، مولانا محمد عالم طارق نے کہا کہ قادیانی خود مرزا غلام احمد قادیانی کا لٹریچر غور سے پڑھیں تو اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی، جمعیت اہلحدیث کے رہنما قاری محمد اکرم ربانی نے کہا کہ جس طرح خُدا کی خُدائی میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا اِسی طرح سیدنا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مصطفائی میں کوئی بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ جے یو آئی کے رہنما مفتی محمد عثمان نے کہا کہ ہمارے اکابر نے قادیانیوں کو عوامی جدوجہد اور پارلیمنٹ کے ذریعے غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا، انہوں نے کہا کہ یہ نیا مرکز امن اور بھائی چارے کا مرکز ہوگا، اِس تقریب میں جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر قاری سعید ابن شہید (ناظم جامعہ رشیدیہ ساہیوال) بھی شریک تھے، قاری صاحب موصوف، شہید ختم نبوت قاری بشیر احمد حبیب کے فرزند و جانشین ہیں، قاری بشیر احمد حبیب جامعہ رشیدیہ کے استاد اور مجلس احرار اسلام ساہیوال کے امیر تھے، وہ اظہر رفیق کے ساتھ قادیانیوں کے ہاتھوں 26 اکتوبر 1984ء کو شہید ہوئے۔ مقدمہ اُس وقت کی فوجی عدالت میں چلا اور قاتل سزایاب ہوئے۔ 1994ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج جسٹس محمد ارشاد حسن اور جسٹس محمد عارف نے اس بنا پر رہا کر دیا کہ ملزمان نے جتنی سزائیں کاٹ لی ہیں وہ کافی ہیں۔ ہائی کورٹ کے اِس فیصلے کے خلاف اِس مشہور مقدمہ کے مدعی جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے سپریم کورٹ میں پٹیشن دائر کی جبکہ قادیانی ملزمان بیرون ممالک ہیں۔ بہر حال یہ مسجد اور اس کا افتتاح خوش آئند ہے، افتتاح کے اس اجتماع کی دعا شیخ الحدیث مولانا محمد نذیر نے کرائی جبکہ 2 جنوری کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت و فضیلت پر خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا، اس کامیابی پر ہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

ضروری اعلان

✿...... قادیانیت کے خلاف ابتداء سے آج تک جو لکھا گیا اس میں سے وہ کتب ورسائل جو ایک بار شائع ہوئے اور پھر نایاب ہوگئے جنہیں اب تلاش کرنا یا ان سے استفادہ کرنا ممکن نہ رہا۔ ان کو دوبارہ شائع کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''ایک منصوبہ'' کا آغاز کیا تا کہ ردقادیانیت پر لکھنے والے حضرات کی نایاب کتب ورسائل یکجا کر دیئے جائیں۔

✿...... چنانچہ ۱۹۸۹ء میں اس منصوبہ پر کام کا آغاز ہوا اور ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے نایاب کتب ورسائل کو یکجا کرنا شروع کیا گیا۔

✿...... قارئین اور علم دوست یہ جان کر خوشی محسوس کریں گے کہ پچیس سال کی محنت شاقہ سے ''احتساب قادیانیت'' کی ''ساٹھ (۶۰)'' جلدیں مکمل ہوگئی ہیں۔ ان میں سے اٹھاون چھپ چکی ہیں۔ دو جلدیں پریس میں ہیں۔

✿...... احتساب قادیانیت کی ان ساٹھ جلدوں میں تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء، حتیٰ کہ سابق قادیانی یا قادیانی قیادت سے بیزار قادیانیوں اور مسیحی قلمکاروں سمیت تین سوستاون (۳۵۷) حضرات کے سات سوستتر (۷۷۷) رسائل وکتب جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ساٹھ جلدوں کی ضخامت چونتیس ہزار (۳۴۰۰۰) صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

✿...... امید ہے کہ مزید چند جلدوں کے بعد یہ سلسلہ بند کر دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں پہلا فیصلہ یہ کیا ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد اوّل سے لے کر جلد ساٹھ تک مکمل سیٹ گیارہ ہزار دوسو (۱۱۲۰۰) روپے میں دستیاب ہے۔ آج کے بعد جو جلد شارٹ ہوگی وہ دوبارہ شائع نہیں کی جائے گی۔ اس لئے جن دوستوں نے مکمل سیٹ خریدنا ہے یا اپنے سیٹ کو مکمل کرنا ہے وہ اوّلین صورت میں اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ ورنہ بعد میں نامکمل سیٹ پر اکتفا کرنا ہوگا۔

✿...... احتساب قادیانیت جلد اوّل یکصد روپیہ...... جلد نمبر۲ سے جلد نمبر۲۵ تک فی جلد ڈیڑھ صد روپیہ...... جلد نمبر۲۶ سے لے کر جلد نمبر۵۵ تک فی جلد دوسو روپیہ...... جلد نمبر۵۶ سے جلد نمبر۶۰ تک فی جلد تین صد روپیہ کے حساب سے ساٹھ (۶۰) جلدوں کی کل قیمت گیارہ ہزار دوسو (۱۱۲۰۰) روپے بنتی ہے۔ جس صاحب کو جونسی اور جتنی جلدیں درکار ہوں اتنی رقم پیشگی بھجوانا ضروری ہے۔ امید ہے کہ رفقاء اپنے اپنے ''احتساب قادیانیت'' کے سیٹ کو جلد مکمل کرلیں گے۔ ردقادیانیت پر اتنا بڑا خزانہ خالصتاً توفیق الٰہی سے اس کا حصول ممکن ہوا۔

✿...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک تبلیغی ادارہ ہے۔ منافع پر کتب شائع نہیں کی جاتیں۔ قریباً لاگت پر مجلس، رفقاء کو کتب مہیا کرتی ہے۔ گیارہ ہزار میں ساٹھ جلدیں...... کیا یہ ریکارڈ نہیں؟ اعزازی کتب کے لئے حکم نہ فرمائیں۔ ہمیں انکار کرنے میں بہت ہی شرمساری اٹھانا پڑتی ہے۔ مطلوبہ کتب کے لئے پیشگی رقم کا منی آرڈر آنا ضروری ہے۔ دینی مدارس کے حضرات سے خصوصی درخواست ہے کہ وہ اپنے مدرسہ/جامعہ کی لائبریری کے لئے مکمل سیٹ رکھوانے کے لئے خاص توجہ فرمائیں۔ یہ ایک ضرورت بھی ہے اور تعاون بھی۔ امید ہے کہ توجہ فرمائی جائے گی۔

دفتر مرکزیہ ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

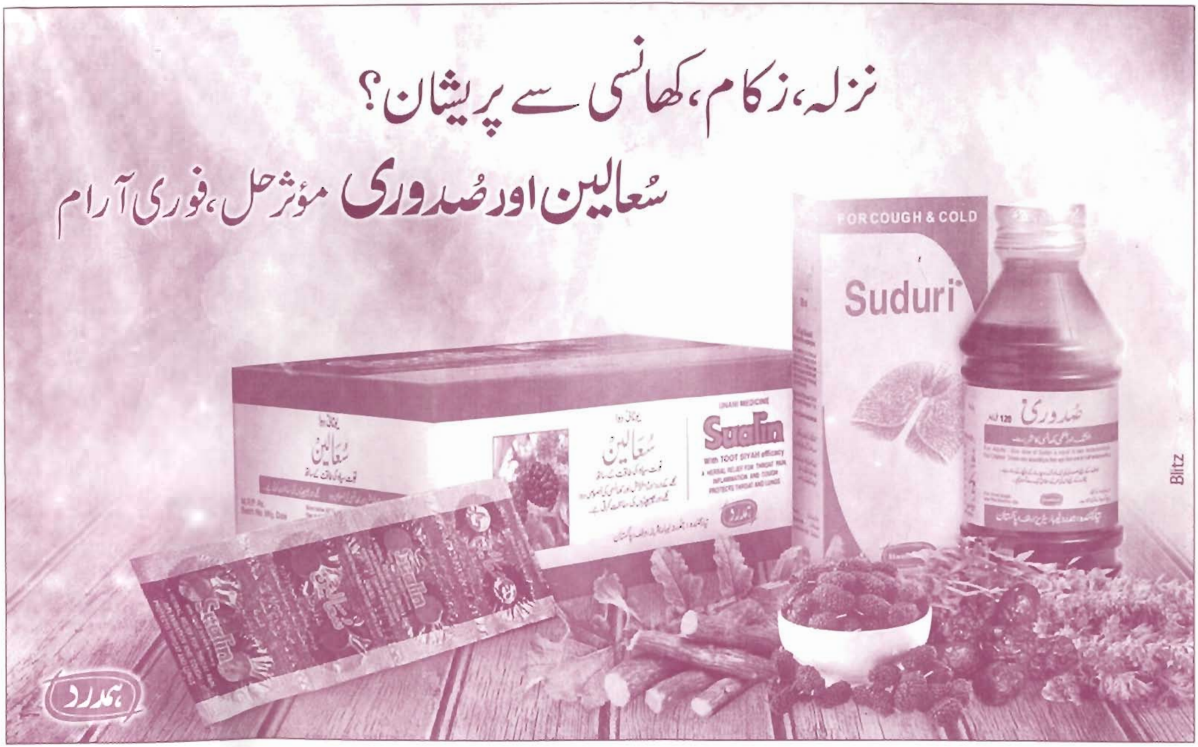
نزلہ، زکام، کھانسی سے پریشان؟
سُعالین اور صُدوری مؤثر حل، فوری آرام
FOR COUGH & COLD
Suduri
صُدوری
UNANI MEDICINE
Sualin
With TOOT SIYAH efficacy
A HERBAL RELIEF FOR THROAT PAIN, INFLAMMATION AND COUGH
PROTECTS THROAT AND LUNGS
سُعالین
ہمدرد
Blitz

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ وناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053
یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان